الیس اللہ بکاف عبدہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عہ طلباء سے عہ

غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ومطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور شائع ہوا

ماہ نومبر کا رسالہ حاضر ہے

معزز بھائیو! ۱۱ ماہ کے رسالے پورے ہو چکے صرف ایک اور رسالہ باقی ہے مہینہ تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور آپکو کیا معلوم کن مشکلوں سے کیا اور یہ مشکلات بھی بے ادبی معاف! آپ ہی کی ڈالی ہوئی ہیں کیونکہ بعض احباب نے کئی سالوں سے اور اکثر نے اس سال چندہ سالانہ ادا نہیں کیا ہم تو تقاضا کر کے بھی تھک گئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی تک اگست کے اخراجات بھی ادا نہیں ہوئے کیا آپ مہربانی فرما کر اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائینگے اور اپنا بقایا صاف کرتے ہوئے کم از کم تشحیذ کے لیے دو دو خریدار مہیا کرینگے کیونکہ موجود خریدار اگر سب کے سب بھی قیمت ادا کر دیں تو بھی سالانہ اخراجات کے لیے کافی رقم نہیں آتی میں نے بہت سوچا۔ مگر یہ معما حل نہ ہو سکا کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے اور عین ضرورت کے مطابق سمجھا جاتا ہے اسی لیے ہر رسالہ کے شائع ہونے پر بہت سے خطوط بھی تعریف سے بھرے ہوئے آ جاتے ہیں اور اکثر مبلغین سلسلہ بھی اسی سلسلہ کو اپنا تبلیغی حربہ سمجھتے ہیں باایں ہمہ اسکے خریداروں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ معلوم میرے دوستو! اگر تو حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح کے لگائے ہوئے پودے کو یاد رکھنا ہے تو پھر ایک مجموعی کوشش کرو ورنہ یکدم ایک فیصلہ کر دو۔ یہ درمیانی حالت کب تک رہیگی رسالہ میں کوئی نقص ہے تو فرمائیے اسکی اصلاح کی جائے یہ کیا بات ہے کہ رسالہ بھی اچھا مضامین بھی مفید ضرورت کے وقت اسی کی تلاش مگر قیمت مانگو تو کچھ نہیں خریدار مستقل بنانا چاہو تو گنجائش ندارد میں نے جو حالت ہے صاف صاف عرض کر دی حضرات ممبران انجمن تشحیذ بھی توجہ فرماویں۔

اخیر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالت سے تشحیذ کو نکالنے کے لیے ان کتابوں کا خرید لینا بھی ایک قسم کی مدد ہے جنکا اشتہار ستمبر کے رسالہ میں ہو چکا ہے بالخصوص بیوی کی تعلیم ۱؍ اور چند کارآمد حوالے (جو مناظرہ میں آپکو بڑی مدد دینگے) ۲؍ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے احمد بیگ کی پیشگوئی ۰؍ فی جلد کے حساب سے متعدد جلدیں منگوا کر تقسیم کریں۔ حیدرآبادی مترجم قرآن شریف تین روپے (۳؍) کو منگوائیں جو دراصل حضرت خلیفہ اول کے نوٹوں سے ماخوذ ہے اور اسمیں وہ سب کچھ آ گیا ہے جو سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں سنہ ۱۹۱۲ء سے پہلے موجود تھا۔

نغمہ اکمل حصہ دوم و سوم ۲؍ سے سستے ہو گیا۔ (ملنے کا پتہ منیجر تشحیذ قادیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

رسالہ

تَشۡحِیۡذُ الۡاَذۡہَانۡ

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء

ہم اور ہمارے معترضین

استہزاء رسولوں کے صدق کا نشان ہے

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اور اس پر ہم علیٰ وجہ البصیرۃ قائم ہیں جب تک اس دنیا سے گزر جائیں یہ عقیدہ کسی الحاد یا تقلید کی بناء پر نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے ہم اسکے لئے اتنے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ رکھتے ہیں کہ کسی میدان میں شرمندہ نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے مولیٰ میرے ہادی کے ہاتھ پر اسقدر نشاناتِ صداقت ظاہر ہوئے کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔

منجملہ ان نشانات کے ایک یہ بھی ہے جو اس آیت قرآنی سے مستفاد ہے مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ؂ بیشک دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں حقیر سمجھا جاتا ہے انسان سے تمسخر و استہزاء ہوتا ہے مگر اس حرکت کے مرتکب علی العموم ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں پس خدا کے رسولوں کا یہ نشان ہے کہ ان کے مقابلہ پر متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ شخص بھی استہزاء سے کام لیتا ہے دیکھئے سرسید کیسی زبردست شخصیت کے بھاری بھرکم آدمی تھے وہ بھی ہمارے حضرتؑ کے دعوے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے اور جب ہوئے تو آپ نے

ایک مسخر انگیز پیغام بھیجا جو ان کی شان سے بالکل بعید تھا مگر کیا کرتے رسولوں کے مقابل میں متانت اور سنجیدگی اسی طرح جواب دے جایا کرتی ہے۔ ایسا ہی بعض ہیں جو انگریزی یا عربی کی سند فضیلت رکھتے ہیں کئی کتابوں کے مصنّف اور مؤلف ہیں مشہور انشا پرداز ہیں یہ بھی دعوےٰ ہے کہ کتاب سنت سے واقف ہیں بلکہ اس پر عامل۔ مگر سلسلہ احمدیہ پر جب کچھ لکھینگے تو متانت اور سنجیدگی کو یکدم جواب دے کر بالکل ایک ٹھٹھول آدمی بنجاینگے۔ ظرافت ایک اور چیز ہے استہزا و تمسخر اور چیز۔ مجھے نہ تو ان کی مخالفت کا شکوہ کیونکہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا اسے وہ خلاف کتاب و سنت سمجھتے ہیں تو ان کا حق ہے کہ وہ اسکی مخالفت کریں۔ اور نہ ان کی انشاپردازی کا خوف مگر یہ کیا شرافت ہے کہ علم کی بات تو کچھ بھی نہ ہو محض سفیہانہ مکابرہ و تمسخر ہو۔

رسول کریم کی بعثت ثانی

آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کے معنے پر غور نہیں کرتے۔ اور ہم جو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول کریم کی بعثت ثانیہ ضروری ہے۔ اس پر استہزا کرتے ہیں اور ہمیں رجعت حلول اور تناسخ کے مشرکانہ تصورات کا سبق خوان بتاتے ہیں۔

حالانکہ ہم عقیدہ حلول و رجعت بجسدہ و تناسخ کو ایک مشرکانہ عقیدہ سمجھتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو ہرگز مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس آیت کی تفسیر اپنی مسلّمہ تفسیروں ہی میں دیکھ لیں سب نے یہی لکھا ہے جو نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں۔

"وآخرین منھم لما یلحقوا بھم مجرور ہے امیین پر معطوف ہے یعنے بھیجا اس نے امیوں میں ایک رسول یعنی ہر کل وہ امی جو اسکے زمانے میں تھے۔ اور بھیجا اس کو ان میں کے دوسروں میں وہ اس وقت ان سے لاحق نہیں ہوئے اور بعد کو ان سے لاحق ہونگے۔

یا منصوب ہے یعلمھم کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے ای یعلمھم ویعلم

"اٰخرین منھم یا معطوف ہے یزکیھم کے مفعول پرای یزکیھم و یزکی اٰخرین"

بیان مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ تمام مفسّرین نے واٰخرین کا عطف یا تو امیّین پر ڈالا ہے۔ یا ھم ضمیر منصوب پر پہلی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ بعث فی الامیّین ویبعثہ فی اٰخرین منھم یعنے امیّین میں آنحضرت کو مبعوث کیا اور پھر مبعوث کریگا ان کو اٰخرین میں۔

دوم۔ یہ کہ آنحضرت امیین پر آیات پڑھتے ہیں ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں۔ انکا تزکیہ کرتے ہیں . . . . اور پھر آنحضرت آخرین پر آیات پڑھینگے اور ان کا تزکیہ کرینگے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائینگے۔ بس یہی دو ترجمے ہیں جو اس آیات کے حسب قواعد صرف و نحو ہو سکتے ہیں۔ اب ان ترجموں کی تاویلیں مختلف ہیں بعض نے تو صرف یہی کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی ہے کہ رسول اللہ بالقوۃ آنے والی امتوں کے معلّم ہیں کیونکہ آپ ہی کے سکھے ہوئے سکھلائینگے بعض نے اس حدیث کی بناء پر کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ نے یہ آیت پڑھی تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللّٰہ من ھٰؤلاء (یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟) حضور نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ ان میں سے وہ رجل یا رجال ہونگے یہ کہدیا کہ اہل فارس مراد ہیں حالانکہ یہ دونوں تاویلیں باطل ہیں۔ اسلئے کہ اٰخرین منھم فرمایا ہے اٰخرین من الامۃ نہیں فرمایا یعنی قرآنمجید نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کرام ہی میں سے ہونگے یہ نہیں فرمایا کہ صحابہ سے بعد قیامت تک آنے والے تمام لوگ دوم جب تمام لوگ مراد لیئے جاتے ہیں تو پھر حدیث میں اہل فارس کی تخصیص کیسی ہے۔ اور ان سے فیضان محمدی مخصوص کیوں ہے۔ سوم پوچھنے والے نے تو پوچھا کہ من ھٰؤلاء۔ اور جواب دیا جاتا ہے کہ رجل من فارس۔ معترض کے عندیہ کے مطابق تو یہ جواب ہونا چاہیئے تھا کہ وہ تمام جو صحابہ سے قیامت تک آئینگے مگر رسول صلعم نے یہ جواب نہیں دیا پھر قرآن مجید میں بھی منھم فرمایا من الامۃ نہیں فرمایا۔ اس سوال کو نہ مفسّرین حل کر سکے ہیں نہ کوئی اہلحدیث میں صدی کا مفسّر آکر سمجھاوے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ تقریر عبارت حسب قواعد صرف و نحو دو ہی طور پر ہو سکتی ہے دونوں قولوں میں یہ لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک گروہ پھر ایسا ہو جو صحابہ کرام کا مثیل ہو۔ اور صحابی آدمی کسی صورت میں بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ کسی نبی کی صحبت سے مستفیض نہ ہو۔ یا کم از کم اسکے زمانے میں ایمان نہ لائے۔ اور ہر آیت بھی یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت آخرین کا بھی تزکیہ فرمائینگے۔ ان کو کتاب و حکمت سکھائینگے۔ جیسا کہ امیین کا تزکیہ کیا اور ان کو کتاب و حکمت سکھائی۔ اور ہر از روئے اسلام عقیدہ حلول یا تناسخ بھی باطل ہے۔ پس سوائے اسکے چارہ نہیں کہ ہم ایمان لائیں کہ آنحضرت کی روح نہیں بلکہ روحانیت آپکے ایک فیضیافتہ کے ذریعے ظاہر ہوگی۔ جو آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو۔ اور خلق اور خو اور رحمت اور ہمدردی خلائق میں حضور علیہ السلام کے اسقدر شدید مشابہت رکھتا ہو کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ پر پہنچکر گویا وہی بن گیا ہو۔ یعنے جن کمالات کی وجہ سے حضرت محمد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنے وہی کمالات اسمیں موجود ہوں۔ چنانچہ وہ حدیث بھی اس آیت کی تشریح کرتی ہے کہ جب اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو حضور کے بعد صحابہ کرام کا مرتبہ پائینگے (آخرین سے مراد اگر تا قیامت ہونے والے مسلمان لئے جائیں تو سوال ہی مہمل ہے اسکے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی یہ تو ہر مومن کو علم تھا۔ کہ قیامت تک مسلمان ہوتے رہینگے اور اسلام زندہ رہے گا۔ پس منھم کے کیا معنے؟) اور یہ سوال اس کا بجا تھا کیونکہ یوں تو تا قیام قیامت مسلمان ہوتے رہنے تھے اسے تو صرف یہ دریافت کا شوق تھا۔ کہ ان تمام آنے والے مسلمانوں میں سے صحابہ کرام کا مرتبہ پانے والا گروہ کون ہے تو اب چونکہ وہ گروہ کسی خاص ملک میں محدود نہیں ہونا تھا۔ بلکہ تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانہ میں اسکا ظہور تھا۔ کوئی امریکہ کا تو کوئی لنڈن کا کوئی چین کا کوئی جاپان کا۔ اسلئے آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمادیا۔ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یعنے اس فریق کا پتہ پوچھتے ہو۔ جو صحابہ کرام کا مرتبہ رکھنے والا ہے تو وہ وہ فریق ہے جس میں رجل من فارس مبعوث ہوگا۔ رجل من فارس۔ اس قوت قدسیہ کا انسان ہوگا کہ ایمان کو ثریا سے لانے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ یعنے اسمیں وہی کمالات ہونگے جو مجھ میں ہیں۔ کیونکہ گم گشتہ ایمان کو تو

حضور ہی آسمان سے لائے تھے۔ یہ کہنا کہ لو امکانی شرط ہے یہ کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کثرت سے اطلاع دی گئی ہے کہ ایک زمانہ میں ایمان۔ علم۔ قرآن۔ اسلام دنیا سے اٹھایا جائیگا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کا باب العلم آخری حصہ

۱۔ یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ۔ یہ حضرت علی نے رسول اللہ سے روایت کیا (۲) ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا والعلم سینقبض ویظھر الفتن علم اٹھایا جائیگا اور فتنے ظاہر ہو جائینگے۔ پھر چونکہ آپ جیسے دانشمند بھی امت محمدیہ میں موجود تھے جو کہہ سکتے تھے کہ قرآن کب اٹھایا جائیگا وہ تو ہمارے سامنے موجود ہے اسلئے حضور کے ایک صحابی نے رسول کریم کی زبان سے ذالک عند اوان ذھاب العلم (یہ علم کے اٹھایا جانیکے وقت ہوگا) سُن کر یہ سوال کیا۔ کیف یذھب العلم ونحن نقرء القرآن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیمۃ۔ تو حضور نے جواب دیا ثکلتک امک ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصارٰی یقرؤن التوراۃ والانجیل لا یعملون بشیئ مما فیھما یعنے یہود و نصاریٰ کے پاس تورات و انجیل ہے وہ اسے پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں پس اسی طرح قرآن و اسلام اٹھایا جائیگا یعنی لوگوں میں ایمان نہیں رہیگا۔ مسلمان کہلائینگے مگر ان میں ایمان نہیں ہوگا۔ جمہور علماء امت کا یہ مذہب ہے کہ ایمان قرآن اسلام۔ امت محمدیہ سے ضرور اٹھایا جائیگا۔ اور یہ مسیح و مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ سو یہی وہ وقت ہے جبکہ تمام اخبارات والے اور واعظ یکزبان کہہ رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے یعنی وہ خود مانتے ہیں کہ ہم میں ایمان نہیں رہا سو رجل من فارس کے ظہور کا بھی یہی وقت تھا چونکہ احادیث میں دوسرے مقام پر اسی رجل من فارس کو مسیح اور مہدی بھی فرمایا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ رجل من فارس ہی مسیح موعود ہوگا۔ اور وہی آنحضرت صلعم کے رنگ میں رنگین آپکی قوت قدسیہ کا حامل مبعوث ہوگا۔ تا اپنے ماننے والوں کو پھر اللہ کی آیتیں سنائے ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے۔ الحمدللہ کہ ہمنے وہ رجل من فارس وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہمنے اس سحر

آیات اللہ سنیں ہمارا تزکیہ اس نے کیا۔ اسنے ہمیں کتاب کا علم دیا حکمت سکھائی۔ جنھوں نے اپنے ہادی کو نہ پہچانا ان پر افسوس۔ اب بھی ان کے لئے وقت ہے کہ حدیث میں رجال من ھٰؤلاء بھی آیا ہے جسمیں یہ اشارہ ہے کہ اس رجل من فارس کی ذرّیت طیّبہ سے اور بھی کچھ خدا کے برگزیدہ قائم کئے جائینگے۔ تا آنحضرت کی بعثت ثانی کا مشن پورا ہو ؎

دریاب گر صاحب دلی غافل مشو گر عاقلی ✤ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایّام را

ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کا جواب

سوال اوّل۔ الہام انت منّی وانا منک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا کا باپ ہونے کا دعویٰ تھا۔

جواب۔ کاش اس الہام پر کچھ لکھنے سے پہلے معترض صاحب صحیح بخاری تلخیص الصحاح اور تفسیر کبیر کے مفصلہ ذیل مقامات کو دیکھکر انت منی وانا منک کے مطلب اور محل استعمال کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے دیکھو صحیح بخاری کتاب الصلح کی حدیث ذیل قال النبی صلعم لعلیؓ انت منی وانا منک وقال لجعفر اشبھت خلقی وخلقی وقال لزید انت اخونا ومولٰنا۔

پھر دیکھو صحیح بخاری کتاب المناقب کی حدیث ذیل۔ قال النبی صلعم لعلی انت منی وانا منک

پھر دیکھو تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فضائل الصحابۃ کی حدیث ذیل ..... قال صلعم ھل تفقدون من احد قالوا لا قال لکنی افتقد جلیبیًا فطلبوہ فوجدوہ الی جنب سبعۃ قد قتلھم ثم قتلوہ فاتاہ النبی صلعم فوقف علیہ ثم قال قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھٰذا منی وانا منہ۔ ھٰذا منی وانا منہ۔

پھر تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فی فضل جماعات متفرقۃ فصل فی فضل قبائل مخصوصہ من العرب کی حدیث ذیل کو ملاحظہ کیجئے۔ قال رسول اللّٰہ صلعم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو وقلّ طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد

ثم اقتسموہ بینہم باناء واحد بالسویۃ فہم منی وانا منہم

پھر تفسیر کبیر تالیف امام رازی کی تفسیر آیت المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض کے نیچے پڑھو۔ جو سورہ توبہ پارہ نمبر ۱۰ میں ہے جہاں امام رازی لکھتے ہیں۔ فقال المنافقون والمنفقت بعضہم من بعض ای فی صفۃ النفاق کما یقول الانسان انت منی وانا منک ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ۔ علاوہ اسکے قرآن کریم کی آیت فمن لم یطعمہ فانہ منی اور آیت فمن تبعنی فانہ منی کو بھی ملاحظہ کرو۔ اگر آنحضرت کے ارشاد انت منی وانا منک اور ھذا منی وانا منہ اور فہم منی وانا منہم۔ اور امام رازی کا حوالہ مذکورہ بالا کے معنے کئے جائیں تو آنحضرت کو آپکے اقوال میں حضرت علی۔ حضرت جلیبیب اور اشعری لوگوں کا بیٹا بھی ماننا پڑتا ہے اور باپ بھی۔ کیا معترض صاحب آنحضرت کے ان الفاظ سے وہی مراد سمجھینگے جو حضرت مسیح موعود کے الہام کے متعلق آپکو خدا کا بیٹا اور باپ قرار دینے میں سمجھی۔

یہ الہام تو بطور ذب کے ہے جب مخالفوں نے آپکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ جھوٹا مجدد اور مسیح اور مہدی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ مفتری ہے تو خدا تعالےٰ نے بطور ذب ان کے جواب میں آپ کو انت منی فرمایا اور تسلی دی کہ تو جو کچھ بھی ہے مہدی یا مسیح اپنے دعوے میں مفتری نہیں بلکہ مجھ سے ہے۔ پھر جب مخالفین نے کہا کہ یہ دجال ہے مخدہے مضل ہے۔ خدا تعالےٰ اور اسکی معرفت اور قرب کا ذریعہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالےٰ نے بطور ذب وانا منک فرمایا کہ میں تجھ سے یعنے تیرے ہی ذریعہ کسی کو مل سکتا ہوں۔ تیرے بغیر میری معرفت اور میرا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے امام رازی نے فقرہ انت منی وانا منک کے معنی کئے ہیں ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ یعنے جب کوئی شخص اس فقرہ کو مخاطب سے بولتا ہے تو محاورات عرب کے رو سے اسکے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا امر اور مقصد ایک ہی ہے جسمیں کوئی بھی فرق اور مباینت نہیں۔ اب ان معنوں کے رو سے الہام کا یہ مطلب ہوا کہ تیرا اور میرا امر اور مقصد ایک ہی ہے یعنی یہ کہ تجدید دین اور حمایت صدق اور تائید اسلام ہو۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا۔ آپکی تقریروں تحریروں تصنیفوں سے بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ واقعی آپ مصلح عالم اور مجدد دین اور مؤید اسلام تھے۔ پھر آپکے مشن اور سلسلہ کے

حالات اور کاروبار پر نگاہ ڈالنے سے بھی ہر ایک عقلمند بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اسکا مقصد بھی بجز اسکے نہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام ہو۔

سوال دوم۔ الہام انت منّی بمنزلۃ اولادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خدا کے بیٹے تھے۔ اور یہ خلاف ہے لم یلد ولم یولد کے

جواب۔ معترض صاحب نے اپنی لاعلمی کے باعث الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کو پیش کیا ہے۔ کاش ایسی علمی کمزوری دکھانے سے پہلے سورۃ آل عمران کی آیت ھو الذی انزل علیك الکتٰب منہ ایات محکمات ھنّ ام الکتب واخر متشابھات ہی پڑھ لیتے۔ تا معلوم ہو جاتا کہ خدا کا کلام علاوہ محکمات کے متشابہات کی قسم سے بھی ہوتا ہے۔ اور متشابہات ہمیشہ ماوّل اور قابل تاویل ہُوا کرتے ہیں۔ اور گو ان کا ظاہر پر محمول ہونا محکمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت کے رُو سے وہ محکمات کے ہم معنی اور انکی تائید میں ہوتے ہیں مثلاً الہام انت منّی بمنزلۃ اولادی کو نص صریح اور محکم آیات لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے خلاف قرار دیکر قابل اعتراض ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ یہ الہام از قبیل متشابہات ہے اسلئے ماوّل اور قابل تاویل ہے جیسے محکمات کی طرح ظاہر پر محمول سمجھکر اعتراض کرنا کسی ذی علم اور صاحب عقل کا کام نہیں ہو سکتا بجز ایسے انسان کے جو اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرے یا اپنی شرارت سے پھر جب اس الہام کو خود ملہم متشابہات سے قرار دیکر اسکے اس مطلب کو دور از حقیقت و خلاف صواب پیش کر رہا ہے۔ جو اسکے ظاہر پر محمول کرنے سے متبادر الی الذہن ہوتا ہے۔ تو اب خلاف منشاء ملہم و متکلم دوسرے کا کیا حق ہے؟ جو اپنی طرف سے ایسے معنے کر کے پبلک کو مغالطہ اور بدظنی میں ڈالے جو دیانت اور امانت کے سراسر خلاف ہیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا اپنے الہام اور کلام میں کسی کو ابن یا ولد کے لفظ سے مخاطب کرنا اسکے موحد اور خالص بالتوحید ہونے کے معنوں میں ہوتا ہے اسلئے کہ بیٹا اپنے باپ کو باپ کی ابوّت کی حیثیت میں واحد لاشریک مانتا ہے اور باپ کے ساتھ اسکی ابوّت کی حیثیت میں کسی کے شریک کرنے کو اپنے لئے اور اپنی ماں کے لئے سخت گالی اور ہتک اور ذلت

سمجھتا ہے اور اپنے والد کے لئے ہر وقت اپنے تئیں موحد ہونے کی حیثیت میں پیش کرنے کے لئے طیار رہتا ہے اسی نہج پر خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا فرما کر لوگوں کو توحید الٰہی کے لئے غیرت مند ہونے کی طرف توجہ دلائی کہ لوگو! تم جس طرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ اللہ کو بھی اسی طرح یاد کیا کرو۔ یعنی جس طرح اپنے باپ کو ایک سمجھتے ہو۔ اور ایک مانتے ہو اور اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے میں غیرت دکھاتے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مانکر اسکی توحید کے لئے غیرت دکھایا کرو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ باپ سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے غیرت دکھاؤ۔ اس ارشاد واجب الانقیاد کے نیچے قدسی محاورات میں ابن اللہ اور ولد اللہ کے معنی ہوئے موحد انسان جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایسی غیرت دکھانے والا ہو کہ گویا خدا کا بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے لئے موحد ہوتا ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کے منشا کے نیچے تورات میں یعقوب وغیرہ مقدسوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی بنا پر انجیل میں مسیح اور سب راستبازوں اور صلحکاروں کو خدا کے فرزند کہا گیا اور یہی مطلب ہے حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی بمنزلة اولادی اور الہام انت منی بمنزلة ولدی کا فافہم وتدبر۔ امید ہے کہ اب الہام انت منی بمنزلة اولادی کی حقیقت کو سمجھ لیا ہوگا۔ جس کا صرف یہ مطلب ہے کہ تو اسوقت مجھ سے ان تمام پہلے راستباز رسولوں اور نبیوں کے قائم مقام ہے جو مجھ اور میری توحید کے لئے ایسے غیرت مند تھے کہ گویا وہ میرے بیٹے تھے۔ اس الہام میں اولاد سب پہلے رسولوں کو کہا گیا ہے جو خدا کی توحید کے لئے غیرت مند ہونے کی وجہ سے استعارہ کے طور پر بیٹے کہلائے اور الہام انت منی بمنزلة اولادی اور حضرت مسیح موعود کا دوسرا الہام یعنی جری اللہ فی حلل الانبیاء ان دونوں الہامی فقروں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اور یہ دونوں فقرے آیت اذا الرسل اقتت کی الہامی تفسیر ہیں۔ فقرہ اول متشابہات کے رنگ میں ہے اور فقرہ دوم محکمات کی صورت میں۔

اب بتلائیے ان الہامی الفاظ پر اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ ان کو قابل اعتراض قرار دینے سے معترض کی اپنی ہی جہالت اور غلط فہمی کا اظہار نہیں ہوتا۔ نکتہ چینی احمدیت کی بدبختی

سوال سوم حدیث انّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ الخ تو ہے ہی وضعی اسے بطور حجت پیش کرنا مرزائیوں ہی کا کام ہے۔

جواب یہ عجیب بات آپنے لکھی کہ مجدد والی حدیث ہی سرے سے وضعی ہے جو پیچھے سے بنائی گئی اور جن لوگوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا وہ کسی اصل صحیح کی بنا پر نہیں کیا۔ یونہی عیارانہ ڈھب سے تھا۔ گویا جس قدر آجتک مجددیت کے دعوے والے بزرگ گزرے ہیں جیسے امام غزالی۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ سید احمد بریلوی وغیرہم یہ سب مفتری تھے اور ان سب کا دعویٰ محض لغو اور باطل کی بنا پر تھا۔ حالانکہ یہ وہ صحیح حدیث ہے کہ جس کی خداتعالےٰ کی فعلی شہادت کی تصدیق کے علاوہ قرآن کریم سے خداتعالیٰ کی قولی شہادت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھو سورہ نور کی آیت ذیل وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ ولیمکّنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ یہ آیت شریفہ ہے جس کے نیچے مجدّدیت کی حدیث بیان کی گئی۔ اور الہام اور وحی سے بیان کی گئی۔ آنحضرت کا انّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ کا فقرہ فرمانا آیت موصوفہ کے فقرہ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے معنوں میں ہے کیونکہ آیت کے فقرہ مذکورہ میں بیان کیا ہے کہ خدا نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور حدیث کے فقرہ مذکورہ میں بتایا ہے کہ وہ آیت والا وعدہ اس طرح سے ظہور میں آئیگا۔ کہ اس وعدہ کے مطابق خداتعالےٰ اس امت کے لئے کہ جس کو آیت میں الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا رہیگا۔ جو دین اسلام کے باغ کی موسم بہار کی طرح تازہ بتازہ برکات سے تجدید فرمایا کرینگے۔ پھر آیت میں لیستخلفنھم فرمایا ہے تو حدیث میں لفظ یبعث کے متعلق من یجدد کا فقرہ بیان کیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ خلفاء کو ہی دوسر لفظوں میں مجدد کہا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین۔ یعنی جب تک میں زندہ ہوں میرے طرزِ عمل پر چلو۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بعد میرے خلفاء کے طریق پر چلو۔ جو راشدین اور مہدیین ہیں۔ راشدین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بلا فصل آپ کے بعد خلافت راشدہ کی مسند پر بیٹھے

والے ہونے اور مہدیین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بالفصل صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مبعوث ہونے والے تھے۔ اب ایک طرف وعدہ کو مومنوں کے متعلق بیان فرمانے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب تک مومنوں کا وجود دنیا میں رہیگا یعنی قیامت تک یہ وعدہ عام مومنوں سے ہے نہ یہ کہ کسی خاص زمانہ تک اور خاص زمانہ کے مومنوں سے اور دوسری طرف حدیث میں بیان کر دیا کہ آنحضرت کے بعد اسوہ حسنہ کی ضرورت ہے۔ جس کو پورا کرنیکے لئے خلفاء کی بشارت دی۔ جو قیامت تک کے لئے ہے نہ کسی خاص زمانہ اور خاص لوگوں کے لئے پھر اس بشارت کے مطابق آجتک ہر صدی میں خدا کی طرف سے ایسے خلفاء مبعوث ہوتے رہے اور مومن لوگ اور طالبان حق دولتِ قبولیت سے مرفّہ بھی ہوتے رہے۔ ہاں شریر بھی اپنی خباثت سے باز نہیں آئے۔ اور انکار اور تکذیب کے لئے طرح طرح کے مکروں۔ فریبوں اور حیلوں سے عجیب عجیب راہیں پیدا کرتے رہے۔ سو معترض کا انکار صرف حدیث مجدد تک نہیں بالکل قرآن سے بھی انکار ہے کیونکہ حدیث آیت کے معنوں میں اسکی سچی تفسیر ہے جو آنحضرت کی زبان وحی ترجمان سے بیان ہوئی۔ جس کا انکار ایک مسلمان سے نہیں ہو سکتا۔

سوال چہارم ۔ وفات مسیح کے متعلق کثیر آیات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب نے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے کیوں استدلال کیا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۶ آیت ۲۲

جواب (۱) کثیر آیات کے ہوتے ہوئے ان کو ترک کر کے آیت موصوفہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ کثیر آیات کو بھی ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ آپنے اپنے سوال میں آیت موصوفہ کا نمبر ۲۲ خود نقل کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ آیت موصوفہ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے اکیس آیات کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اگر بعد کی آیات بھی ملا لیں تو آیت موصوفہ کے سوا انتیس آیات وفات مسیح کے متعلق پائی جاتی ہیں۔

(۲) آیت موصوفہ کا وفات مسیح کے ثبوت میں تائیدی طور پر پیش کرنا اس حکم کی تعمیل کے نیچے ہے جو فاسئلوا کے صیغہ سے ظاہر ہے اور آیت کا یہ مطلب نہیں کہ الفاظ آیت میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ بلکہ یہ ارشاد تو یہ غرض اپنے اندر لئے ہوئے ہے کہ اگر مخالف اور منکر لوگ خدا کے بھیجے نبی کو اسلئے تسلیم نہیں کرتے کہ وہ انہیں ان جیسا آدمی نظر آتا ہے اور موعود کی اور لہذا اس کا ظہور

اس طور پر نہیں ہوا۔ جیسا کہ اسکی تصویر ان کے ذہن میں کھچی ہوئی ہے مثلاً جیسا کہ مسیح موعود کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ پہلا مسیح ہی آئیگا جو کبھی ان کے خیال باطل کے مطابق آسمان پر چلا گیا اور پھر کسی وقت میں اتر کر آنے والا ہے تو اسکے جواب میں علاوہ آیات والہ علی وفات المسیح کے پیش کرنے اور وفات مسیح کے ثبوت دینے کے منکروں پر یہ راہ بھی ایک حجت کی پیش کی کہ اب تم مزید تحقیق کرنا چاہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو کہ آیا اہل کتاب نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے اور اسکی دوبارہ آمد کے متعلق پہلے مسیحیت کے مدعی سے کیا فیصلہ سُنا۔ کیا ایلیا سے مراد اصل ایلیا ہی اسنے قبول کیا۔ یا ایلیا کا کوئی مثیل جیسا کہ اسنے مماثلت میں یحیٰی بن زکریا کو پیش کرکے کہا کہ آنے والے ایلیا سے مراد یوحنا تمہارے اُستاد کا لڑکا ہے بس مسیح کا فیصلہ چونکہ اہل کتاب میں نظیر کے طور پر موجود ہے اسلئے امت محمدیہ کو فاسئلوا کے ارشاد کے ماتحت ایسی نظیروں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اہل کتاب سے دریافت کر لینا ناجائز نہیں۔ بلکہ ضرورت کے موقعہ پر دریافت کرنے سے باز رہنا فاسئلوا کے حکم کی خلاف ورزی ہے چنانچہ فاسئلوا کے ارشاد کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی آیت موصوفہ کے نیچے اس مطلب کو بیان فرمانے سے یہی غرض ہے جو من وجہ حجت قائمہ اور دلیل محکم ہے کیونکہ جیسا کہ اصل ایلیا کی وفات نے اسے مثیل کی صورت میں ظاہر کیا۔ اسی طرح اصل مسیح کی وفات نے اسے مثیل مسیح کے معنوں میں ثابت کیا اور گذشتہ واقعہ کی نظیر سے یہ بات اور بھی محکم ہو گئی

سوال پنجم۔ کیا آیت یا عیسیٰ انی متوفیک میں و جو چار واقعہ میں استعمال ہوئی عطف کی ہے اور نیز واسجدی وارکعی اور اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین میں کس قسم کی ہے۔

جواب۔ آیت یا عیسیٰ انی متوفیک میں و عاطفہ تین دفعہ ذکر ہوئی ہے جو اسجگہ افادہ ترتیب کے معنوں میں مستعمل ہے اور و کا استعمال جمع اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیتا ہے اور جن کا یہ خیال ہے کہ واؤ محض جمع کا فائدہ دیتی ہے نہ ترتیب کا وہ غلطی پر ہیں کیونکہ بڑے بڑے ائمہ نحو اور محققین نے منکران واؤ ترتیب کے قول کو مردود اور باطل قرار دیا ہے چنانچہ ہمع الہوامع جلد ثانی کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے۔ وقال قطرب والربعی وھشام وثعلب وابو عمر

والزاهد وابو جعفر احمد بن جعفر الدینوری فهی (ای الواو) للترتیب قالوا
لان الترتیب فی اللفظ یستدعی سببا والترتیب فی الوجود صلح له فوجب الحمل
علیه - یعنی قطرب وغیرہ محققین کے نزدیک و ترتیب کے لئے ہے اور یہ اسلئے کہ ترتیب فی اللفظ
کا تحقق کسی سبب کو چاہتا ہے جس کے لئے ترتیب کا پایا جانا مناسب اور موزون ہے پس اس صورت
میں واو کا ترتیب پر حمل کرنا واجب اور ضروری ٹھہرا۔

ایسا ہی مغنی اللبیب جلد ثانی کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے وقول السیرافی ان النحویین واللغویین
اجمعوا علی انها لاتفید الترتیب مردود بل قال بافادتها ایاه قطرب والربعی
والفراء وثعلب وابو عمر والزاهد وهشام والشافعی
یعنی سیرافی کا یہ قول کہ نحویوں اور لغویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ و ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی
مردود ہے بلکہ قطرب ۔ فراء شافعی وغیرہم نے کہا ہے کہ و ترتیب کا فائدہ دیتی ہے تو اس صورت میں
اجماع کہاں رہا۔

پس ثابت ہو گیا کہ و جمع کے علاوہ ترتیب کا فائدہ بھی دیتی ہے وهو المراد ۔ اب اسکے بعد ہم کہتے
ہیں کہ آیت یا عیسی انی متوفیک میں واو عاطفہ ترتیب کے لئے ہے اور آیت واسجدی
وارکعی اور آیت واقیموا الصلوة ولا تکونوا من المشرکین میں واو جمع کے لئے۔

لیکن بلحاظ اسکے کہ خدائے علیم و حکیم کے کلام کا بلا ترتیب پایا جانا خلاف علم و حکمت ہے
پچھلی دو آیتوں میں بھی ہم ترتیب ہی سمجھتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ترتیب کسی خاص ایک امر کے
لحاظ سے ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ متکلم نے اپنے ذہن میں ترتیب ایسے پہلو کے لحاظ سے رکھی
ہو جو عام فہم نہ ہو۔ جیسا کہ مثلاً یہی پچھلی دو آیتیں جن کے متعلق عام فہم لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ
انمیں ترتیب نہیں بلکہ تقدیم و تاخیر ہے حالانکہ تقدیم و تاخیر مجبوری کو چاہتی ہے۔ جس سے خدا تعالی
کا کلام منزہ اور پاک ہے بلکہ ایسے لوگ کہ جو خدا تعالی کے کلام میں تقدیم اور تاخیر کو تسلیم کرتے ہیں
ان کو اللہ تعالی نے یحرفون الکلم عن مواضعه کے الزام سے ملزم قرار دیا
ہے۔ اور اس قسم کی باتیں خدا تعالی کے کلام میں جائز قرار دینا علماء یہود کا کام تھا۔ لیکن افسوس
کہ علمائے اسلام نے بھی انہی کا شیوہ نامرضیہ اختیار کیا اور جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا۔ کہ

اس امت کے علماء بھی علماء یہود کی سیرت اور طرز عمل اختیار کرینگے حتیٰ کہ ہاتھ کے ساتھ ہاتھ اور بالشت کے ساتھ بالشت تک پورا اتریں گے جیسا کہ واقعات نے اسکی تصدیق کر دی کہ آج علماء امت یہود کی طرح قرآنی آیات میں تقدیم و تاخیر کی بدعت سیّئہ کو پیدا کر رہے ہیں۔ حالانکہ الٰہی کلام کا نظم و نسق اپنے اندر وہ شان رکھتا ہے کہ اسکی ترتیب سے انکار کرنا متکلم اور کلام دونوں کی عزت اور حیثیت پر ایک سیاہ دھبہ اور قبیح الزام لگانا ہے و نعوذ باللہ من ذٰلک پس حق یہی ہے۔ کہ قرآن کی کسی آیت میں تقدیم و تاخیر نہیں۔ بلکہ ہر ایک آیت اور ہر ایک لفظ قرآن کا اپنی اپنی جگہ گوہر آبدار اور دُرِّ شاہوار کی طرح مرصّع اور برمحل ہے۔ اور اسی طرح یہ پہلی دو آیتیں بھی اپنے اندر ایک ترتیب رکھتی ہیں نہ تقدیم و تاخیر۔

چنانچہ غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ آیت واسجدی وارکعی جس کے متعلق یہ سوال کیا گیا ہے کہ چونکہ رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ پیچھے اور آیت میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع پیچھے اسلئے تسلیم کرنا پڑا کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر آیت میں سجدہ اور رکوع سے مراد یہی سجدہ اور رکوع تھا جو ارکان اسلام سے ہے جیسا کہ سمجھا گیا تو پھر خدا تعالیٰ کے علم و حکمت سے یہ بعید ہے کہ اس نے بلا وجہ ترتیب طبعی کے خلاف بیان کر کے اپنے کلام میں نقص پیدا کر لیا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ سجدہ سے مراد صرف سجدۂ نماز ہی نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ سجدہ کے معنے اطاعت اور فرمانبرداری اور مطلق نماز کے بھی ہیں۔ جیسا کہ آیت للہ یسجد ما فی السمٰوات وما فی الارض میں سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے۔ اور آیت والنجم والشجر یسجدان میں بھی سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے کیونکہ درختوں کا سجدہ قیام کی صورت میں سجدہ نہیں کہلا سکتا۔ بجز اسکے کہ سجدہ سے مراد اسجگہ اطاعت ہی لی جائے۔ ایسا ہی آیت واسجد واقترب میں سجدہ سے مراد فرمانبرداری اور نماز ہے۔ اب اس صورت میں واسجدی وارکعی کے معنے ہونگے کہ اے مریم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر۔ یا نماز پڑھا کر اور نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کر۔ پس جب یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں تو تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب۔ علاوہ اسکے جب مریم امت محمدیہ کے افراد سے ہی نہیں اور نہ وہ شریعت محمدیہ کے طرز عبادت سے مکلف تھی۔ تو اس صورت میں کیا ضرورت پڑی ہے کہ واسجدی اور وارکعی کے

خطاب میں مریم کا مخاطب ہونا شریعت محمدیہ کے طور پر قیاس کر لیں کیونکہ یہ خطاب تو شریعت موسویہ کے مطابق ہے نہ شریعت محمدیہ کے مطابق اب اس صورت میں تقدیم وتاخیر کا جھگڑا ہی کیا ہے۔

پھر ایسا ہی آیت واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین میں بھی کوئی تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ اس آیت کے بعد کا ٹکڑا ہے من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا۔ اب دونوں کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ نماز کو قائم رکھنا اور مشرک لوگوں سے نہ بننا یعنے ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور تفرقہ سے بالآخر وہ کئی گروہ بن گئے کیا مطلب ہے یعنے نماز کو آداب اور خلوص سے ادا کرنے سے انسان شرک اور تفرقہ سے محفوظ رہتا ہے۔ تم بھی اس سے محفوظ رہنے کے لئے نماز کو قائم رکھو تا تم مشرک ہونے اور فرقہ فرقہ بننے سے محفوظ رہو۔ اب غور کرو کہ اسمیں تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر علاوہ اسکے یہ دونوں فقرے امر اور نہی ہیں پہلے فقرہ میں نماز کے قائم کرنیکے متعلق حکم ہے دوسرے میں شرک سے بچنے کے متعلق۔ اور ظاہر ہے کہ امر نہی سے ترتیب کے لحاظ سے اصل اور مقدم ہے پھر تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر نماز میں آیت فویل للمصلین الذین الخ کے رو سے ریا جو خفی شرک ہے اس سے بچنے کی ہدایت ہے کہ نماز پڑھو اور شرک یعنی ریا نہ کرو یعنی خالص اللہ کے لئے ادا کرو۔ اب اس صورت میں بھی ترتیب ثابت ہے خواہ امر اور نہی کے لحاظ سے قبل از وقوع فعل سمجھیں۔ خواہ بعد از وقوع فعل بطور ہدایت لیکن اس صورت میں بھی تقدیم وتاخیر کا کوئی محل نہیں۔

سوال ششم۔ کانا یاکلان الطعام میں حضرت مسیح بوجہ تغلیب والدہ صیغہ ماضی میں شامل ہیں جیسے زید اور اسکی بیوی سیر کیا کرتے تھے زید فوت ہو گیا اور بیوی زندہ ہو ممکن ہے وہ اب بھی سیر کرتی ہو۔

جواب۔ اگر کانا یاکلان الطعام میں مسیح کے اپنی والدہ سمیت کھانا کھانے کی مثال زید اور اسکی بیوی کے سیر کرنے کی طرح ہے تو بیشک کچھ بات بنائی جا سکتی ہے لیکن جبکہ قرآن اور حدیث کے نصوص بینہ اور دلائل قویہ سے مسیح کا فوت شدہ ہونا ثابت ہے اور فوت شدہ ہونے کی حالت کے بعد کانا یاکلان الطعام کا فقرہ بقرائن ودلائل آخری انہی معنوں میں ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ دونوں یعنی مسیح اور اسکی ماں زندہ تھے کھانا کھایا کرتے تھے اور تثنیہ غائب جو صیغہ ماضی میں بیان کیا گیا۔ اس سے بھی بطور واقعات اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ان دونوں

کا ماضی کے زمانہ میں کھانا کھانا اور اب کھانا ان کی اس زندگی کی نفی کرتا ہے جو کھانا کھانے کے سوا مستلزم محال ہو اور اگر اس بات کو تغلیب کے ان معنوں میں تسلیم نہ کیا جائے جو ذکر کئے گئے بلکہ تغلیب کی وہ صورت تسلیم کریں جو مثال کے طور پر سوال میں ذکر کی گئی تو بھی یہ تغلیب تغلیب نہیں کہلا سکتی کیونکہ فرض کرو کہ مسیح اپنی والدہ کے ساتھ جبتک آپکی والدہ زندہ تھی دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن اسکے بعد مسیح کی والدہ فوت ہوگئی اور آپ ابتک زندہ پائے گئے اور تغلیب کو زمانہ ماضی میں ذکر کرنا مسیح کی والدہ کی رعایت سے ہوا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس تغلیب سے حیات مسیح کیونکر ثابت ہوئی۔ کیونکہ تغلیب کی یہ صورت بھی تو وفات مسیح کی منافی نہیں۔ مسیح کو جب ابتک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے جس کا زمانہ ماضی اسکی والدہ کی زندگی تک کانا یاکلان الطعام کے قول کے مطابق کھانے پینے میں گذرا تو بعد وفات والدہ ابتک وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین کی سنت کے ہوتے ہوئے بجسدہ العنصری سوا کھانا کھانے کے وہ کیونکر زندہ رہ سکتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آسمان پر بجسدہ العنصری زندگی بسر کرنا آیت ولکم فی الارض مستقر اور آیت فیها تحیون وفیها تموتون اور آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا کے صریح خلاف بھی ہو۔ پھر جب قل هل کنت الا بشرا رسولا کے جواب میں آنحضرت کو کافروں کے سوال صعود الی السماء کے مقابل یہ حکم ہوتا ہے کہ ان کو کہدو کہ بشر رسول کے بجسدہ العنصری آسمان پر جانے میں کیوں بشریت مانع نہ ہوئی۔ کیا مسیح کی بشریت آنحضرت کے مرتبہ بشریت سے افضل تھی کہ مسیح تو بشر ہوکر بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ گیا لیکن آنحضرت نہ چڑھ سکے کیا هل کنت الا بشرا رسولا ہر ایک بشر رسول کے لئے قاعدہ نہیں۔ یا یہ صرف آنحضرت کے لئے ہی مخصوص تھا سوچو اور غور کرو۔

سوال ہفتم حضرت مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدا چودھویں صدی ہجری میں میری عمر چالیس سال تھی۔ اسوقت میں مامور اور ملہم ہوا تھا۔ سے آپ پچیس برس ملہم سے حدیث نزول المسیح میں چالیس سال ... زندگی کا تھا۔ چنانچہ اسی ... جیساکہ ... اپنی عمر کا قریباً

جو بشریت الخ ... بجسدہ العنصری کا آسمان پر جانا ...

چالیس برس بتانا بھی بطور تخمینہ کے ہی ہے اور اگر آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰
کو دیکھا جائے تو وہاں حضور یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "وآیت آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے تمام
حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخرین منہم کا مصداق جو فارسی
الاصل ہے اپنے نشاءِ ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کریگا۔ سو یہی سن
۱۲۷۵ ہجری جو آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس
عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس بنتے ہیں"
اب غور فرمائیے کہ حضور کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۷۵ سے ۱۳۲۶ تک آپکی عمر
پچاس سال کی ہوتی ہے اب اگر اس روحانی بلوغ تک کی عمر کا زمانہ جو ۱۲۷۵ تک ہے ۲۵
سال قرار دیں تو ۷۵ سال بنتے ہیں۔ اور اگر ۳۰ سال قرار دیں تو ۸۰ سال اور اگر ۳۵ سال قرار
دیں تو ۸۵ سال۔ اب آپکی روحانی تولد اور روحانی پیدائش سے پہلے کا جو بھی زمانہ قرار دینگے۔
۲۵ یا ۳۰ یا ۳۵ ہی قرار دینا پڑیگا جو الہامی عمر کے مطابق ہے کیونکہ الہامی عمر بھی ۸۰ سال یا
پانچ چھ سال اس سے زیادہ یا کم بتائی گئی ہے[۱]۔ اور اگر مسیح اسرائیلی کا زمانہ نشاۃ ثانیہ کا ۳۰
سال قرار دیں۔ کیونکہ اسکے رفع کو عام طور پر ۳۳ سال میں تسلیم کر لیا گیا ہے تو بہر حال بعثت کا زمانہ پہلے
ہی تسلیم کرنا پڑیگا جو ۳۰ سال ہے تو مسیح محمدی کی اس مماثلت سے ۱۲۷۵ سے پہلے کا زمانہ
۳۰ سال قرار دیکر بعد کے زمانہ سے جو ۵۰ سال ہو جاتا ہیں تو پورے ۸۰ سال بنتے ہیں۔ اور اس
صورت میں اگر آپ کے تولد روحانی کے بعد آپکی بعثت کو دس سال پیچھے قرار دیں تو ۴۰ سال بعثت پر آپ کی
درست اُترتی ہے اور باقی ۴۰ سال تبلیغ اور رسالت کے ہیں اور سوال حل ہو گیا۔ واللہ ۸۵ کے عدد
۷۵ سے بھی ہیں۔ تاہم ۷۵ کا عدد بھی الہامی عمر کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے وھو المراد
باقی رہا یہ کہ حضور نے عام طور پر تخمینہ کا طریق کیوں اختیار کیا۔ سو یہ آپکی فطری بات تھی جس
کے متعلق آنحضرت کی شہادت بھی ہے جو پیشگوئی کے طور پر صحیح مسلم میں موجود ہے۔ دیکھو
حدیث ذیل عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم لیکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ
یقسم المال ولا یعدہ وفی روایۃ قال یکون فی اٰخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا

[۱] دیکھو ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۹

ولا یعدّ عدًّا یعنی آخری زمانہ میں میری امت کے آخری حصہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور مال لپیں بھر بھر کر دیگا اور اسے گنے گا نہیں یعنی مال دینے میں حساب کی اسے عادت نہیں ہوگی چنانچہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے اور آپ کے اس طرزِ عمل کو مشاہدہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ باوجودیکہ ہر روز کئی طرح سے روپیہ اور مال صرف کرتے تھے لیکن اسکے متعلق آپ حساب نہیں رکھا کرتے تھے پھر آپکو آنحضرتؐ سے چونکہ بوجہ مظہر اتم ہونے کے ایک کامل اتحاد اور مناسبت حاصل ہے اسلئے جیسا کہ آنحضرتؐ نے اپنی نسبت انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب فرمایا مناسبت کے لحاظ سے امیت کا کوئی پہلو مماثلت کے رنگ میں آپ میں بھی ظاہر ہونا ضروری تھا۔ آپکا اپنی عمر وغیرہ میں تخمینہ سے کام لینا صاف طور پر دلالت کرتا ہے اور فقرہ لا نکتب اور لا نحسب کو صرف آنحضرتؐ کے ساتھ مخصوص کرنا اور حضرت مرزا صاحب کو فقرہ کا منفی مثبت مصداق قرار دیکر آپ پر اعتراض کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنے ساتھ اپنی امت کو بھی ملایا ہے۔ حالانکہ امت میں فقرہ مذکور کا تحقق بہ نسبت مثبت بھی ہے نہ محض بہ نسبت منفی اور اگر امت سے مراد صرف عرب ہی لئے جائیں تو بھی اکثر عرب اس سے مستثنیٰ ٹھہرتے ہیں۔ پس ہمارا بیان قابل تسلیم ہے نہ قابل اعتراض۔ اور اگر اعتراض حضرت مرزا صاحب پر کیا جائیگا تو وہی اعتراض آنحضرتؐ پر اور آپکی ساری امت پر بھی پڑیگا۔ فتدبّر

علاوہ اسکے جب آنحضرتؐ اپنی حیات اور ممات میں مخیّر کئے گئے جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے۔ عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت کنت اسمع انه لا یموت نبی حتی یخیر بین الدنیا والاخرة فسمعت النبی صلعم فی وجع الذی مات فیه ... یقول مع الذین انعم اللّٰہ علیهم الآیة فظننت انه خیّر۔ ایسا ہی دوسری حدیث بخاری میں ہے عن عائشة کان النبی یقول وهو صحیح انه لم یقبض نبیّ حتی یری مقعده من الجنة ثم یخیّر فلمّا نزل به ورأسه علی فخذی غشی علیه ثم افاق فاشخص بصره الی سقف البیت ثم قال اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ فقلت اذا لا یختارنا وعرفت انه الحدیث الذی کان یحدثنا وهو صحیح قالت فکانت اٰخر کلمة تکلم بها اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔

یعنی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں آنحضرت سے سنا کرتی تھی کہ نبی کو جب تک دنیا اور آخرت کے لئے مخیر نہ کیا جائے اسے موت نہیں آتی پس جب آنحضرت بیمار ہوئے جس بیماری میں کہ آپ فوت ہوئے ہیں تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مع الذین انعم اللہ علیہم۔ یعنی مجھے منعم لوگوں کی معیت پسند ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ کو موت اور حیات میں مخیر کیا گیا ہے یعنے اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ زندہ رہیں خواہ عالم آخرت میں تشریف لے چلیں۔ ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی نبی فوت نہیں ہوا۔ جب تک کہ اسے اسکی جگہ جو بہشت میں ہے دکھا کر موت اور زندگی میں مخیر نہ کیا گیا ہو۔ پس جب آنحضرت کا وہ وقت قریب آپہنچا۔ اسوقت آپکا سر میری ران پر تھا کہ آپکو غشی آگئی پھر جب ہوش میں آئے تو آپ نے اپنی آنکھ کو کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اللہم الرفیق الاعلیٰ۔ یعنے یہ کہ آپ نے مخیر ہو کر دار آخرت کو اختیار کر لیا ہے اب یہ ہمیں یعنے دنیا میں رہنے کو پسند نہیں فرمائینگے اور اسوقت میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی بات ہے جسے آپ صحت کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے آپکا آخری کلمہ کہ جس پر خاتمہ ہوا۔ اللہم الرفیق الاعلیٰ تھا۔

ان حدیثوں کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کی عمر الہامی طور پر ۸۵ یا ۸۰ یا ۷۵ تک بتائی گئی تھی تخییر پر دلالت کرتی ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت نے تخییر ہونے سے اس زیادت کو قبول نہیں فرمایا جو تخییر کی صورت میں آپکو مل سکتی تھی۔ اور آپ نے مخیر ہو کر زیادت عمر اور دنیا میں رہنے پر آخرت اور وصال الٰہی کو ترجیح دی اسی طرح حضرت مسیح موعود نے

جلد تر پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی ⁂ دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

فرما کر جلد کے لفظ سے ۸۰ اور ۸۵ سال کی زیادت پر ۷۵ کو ترجیح دی گویا دوسرے لفظوں میں آخرت اور وصال الٰہی کے لئے موت کو پسند فرمایا۔

اور اگر بطور تنزل حضور کی عمر ۷۵ سال بھی تسلیم کر لی جائے تو بھی آپکے مثیل آدم ہونے کے لحاظ سے حدیث آدم کے رُو سے جس میں آنحضرت نے فرمایا کہ آدم کی عمر ہزار سال تھی جس میں سے انہوں نے چالیس سال کی کمی واقع ہوئی ہے کسی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی بلکہ حضرت مسیح موعود کو جو الہام ہوا ہے حسب آدم یعنی گویا بعد از مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کی شہادت سے بھی دونوں امر کی ثابت

کا ہونا ظاہر ہے تو عمر میں کمی کی مماثلت نے بھی آپکی صداقت میں اضافہ کیا ہے وہو المراد

سوال ہشتم - مولوی ثناء اللہ کے رسالہ الہامات مرزا جو احمدی مشن کے مقابلہ میں انعامی پانچسو روپیہ دوسری ایڈیشن ہزار روپیہ تیسرے ایڈیشن دو ہزار روپیہ لکھا گیا ہے توقف جواب کی کیا وجہ ہے؟

جواب - افسوس کہ باوجودیکہ ہماری طرف سے رسالہ الہامات مرزا کا مدت سے جواب نکل چکا ہے ہمارے معترض صاحب کو ابتک اسکا علم ہی نہیں دیکھو کتاب آئینہ حق نما بجواب رسالہ الہامات مرزا کس پایہ کی مضبوط اور مسکت کتاب ہے جسے ہمارے مکرم و معظم جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر اخبار الحکم نے اپنے مدلل طور پر لکھا ہے کہ جسے دیکھکر ہر ایک صاحب علم اور دانشمند شیخ صاحب کی قابلیت کی داد دیتا اور آپکے علم و فضل کا اعتراف کرتا ہے - اب ثناء اللہ کو چاہیئے تھا کہ کتاب مذکور کے نکلنے پر بتقاضائے شرافت انعام کا روپیہ شیخصاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا - لیکن افسوس کہ اسنے ایسا نہ کیا - اور یہ اسلئے کہ اسنے رسالہ کے ساتھ انعام کا اعلان اسلئے نہیں کیا کہ خدانخواستہ کبھی کوڑی تک بھی اعلان کے مطابق دینے کی نیت اور عزم رکھتا ہے بلکہ محض اسلئے کہ انعامی روپیہ کے اعلان پر کتاب کی اہمیت اور وقعت کو بڑھا کر کتاب کی بکری سے انعامی روپیہ تک کی رقمیں مختلف ایڈیشنوں میں کمائے اور حاصل کرے سو اسنے انعام کے دینے کے اعلان میں بہت سا روپیہ کما لیا جو اسکا اصل مقصد تھا - لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اسنے انعامی روپیہ کا اعلان صحت نیت کے ساتھ کیا اور بشرط ایفاء شرط وہ انعام مذکور ضرور دینے کے لئے طیار ہے تو ہم اسے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ انعام کا روپیہ یعنی دو ہزار سرکاری بنک میں بطور امانت جمع کرا دے اور میدان مقابلہ میں نکلے اور ایک دستاویز ہمارے حوالہ کرے کہ بشرط ایفاء شرط روپیہ موفی شرط کو دیا جائے۔

لیکن یاد رہے کہ جواب اس سنت اللہ کے مطابق ہوگا - جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی مقدس اور حکیم کتاب یعنی قرآن حمید میں پیشگوئیوں کے متعلق قائم کی گئی ہے کیونکہ ثناء اللہ اپنے رسالہ الہامات مرزا کے متعلق یہی کہتا ہے کہ ثناء اللہ قرآنی سنت کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو منسوخ ہونے والی سمجھتا ہے اور جو مخالف سنت ہے اسکو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اب وقت ہے اور عمدہ موقعہ ہے اسکے عدم مقابلہ میں آئے پھر دیکھے کہ علاوہ ان تحریری جوابات کے جو آئینہ حق نما وغیرہ کے ذریعے دیئے گئے بالمشافہ زبانی گفتگو سے بھی قرآنی سنت کے مطابق کس طرح سے منقولی اور معقولی جواب دیئے جاتے ہیں۔

اور اگر اس تحریر کے بعد مولوی ثناء اللہ نے نہ دو ہزار روپیہ باقاعدہ طور پر سرکار کے پاس یا کسی مسلمہ فریقین امین کے پاس جمع کرایا اور نہ ہی جمع رقوم کے بعد میدان میں آیا تو پھر یہی سمجھنا چاہیئے کہ اعلان مذکور محض لاف و گزاف کی بنا پر یا حصول مطلب کی غرض سے تھا۔

سوال نہم کیا اہلحدیث اخبار میں قاضی ظفر الدین پروفیسر اورینٹل کالج کی طرف سے قصیدہ اعجاز احمدی کا جواب ۱۹ء میں نکل چکا ہے اور نیز علم عروض میں حرکت کا رد و بدل قافیہ میں عیب ہے یا کیا عیب دار کلام درجۂ اعجاز رکھتا ہے محیط الدائرہ صفحہ ۱۰۰ انما ہو ان تغیر المجری الی حرکۃ بعیدۃ کما اذا ابدلت الضمۃ فتحۃ او بالعکس فہو عیب فی القافیۃ

جواب قاضی ظفر الدین نے جواب میں جو قصیدہ لکھا ہے ہماری نظر سے تو آج تک نہیں گزرا صرف مولوی ثناء اللہ کی زبان سے کبھی کبھی سنا جاتا ہے کہ قاضی ظفر الدین نے قصیدہ لکھا اور اہلحدیث میں شائع ہوا لیکن اشعار کا لکھنا اور چیز ہے اور اعجاز احمدی کی مثل قصیدہ بنانا اور چیز ہے قصیدہ اعجاز احمدی میں تو مطالبہ جس امر کا ہے وہ قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ؎

و ان الک کذّابا فیاتی بمثلہا ∴ و ان اک من ربی فیغشی ویثبر

یعنی میں اگر اپنے دعوٰی میں جھوٹا ہوں تو ثناء اللہ اس کی مثل ضرور بنا لائیگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو ثناء اللہ کی عقل اور سمجھ پر پردہ ڈالدیا جائیگا۔ اور اسے مثل بنانے سے روکدیا جائیگا۔

اب اس تحدی کے مقابلہ میں پہلے تو ہم مولوی ثناء اللہ سے دریافت کر لیتے ہیں کہ آیا اسنے اس قصیدہ کے جواب میں کچھ لکھا ہے تو افسوس کیساتھ جواب نفی میں ملتا ہے۔ اب کیا یہ نفی وہی نفی نہیں جس کی اس شعر میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ مولوی ثناء اللہ اس قصیدہ کی مثل لانے سے عاجز رہیگا۔ سو واقعات کی تصدیق سے پیشگوئی کا ظہور اور جلوہ صداقت کالشمس فی الضحٰی نمایاں ہو گیا باقی رہا قاضی ظفر الدین سو اسکے متعلق قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے دو شعر عرض کئے جاتے ہیں ؎

وفی خمسۃ قد تم نظم قصیدتی ∴ بلی الوقت خالصۃ اعلی و اقصر

فیکفی بجہد ہی خمس عشر لیلۃ ∴ وما حسیننا او ظفر اصغر

یعنی میرا قصیدہ پانچ دن میں ختم ہوا بلکہ اصل وقت اس سے بھی کمتر ہے یعنے تین دن بس تو پندرہ راتیں کوشش کرتا رہا اور محمد حسین اور قاضی ظفر الدین اور اصغر علی کو بھی ملالے حضرت مسیح موعود نے ہنے متعلق بیان فرمایا ہی کہ مینے یہ قصیدہ اعجازیہ صرف پانچ دن میں بنایا ہے اور مولوی ثناء اللہ اپنے رفیقوں کو بھی امداد کے لئے بلالے جیسا کہ مولوی محمد حسین قاضی ظفر الدین اور اصغر علی ہیں۔ اور سب مل ملاکر پندرہ دن تک قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں کوئی نظم تیار کریں جس سے کم از کم قصیدہ اعجازیہ کے اشعار کی تعداد کی تحدّی کا پہلو تو ٹوٹ جائے۔ لیکن ان سب میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی کہ کوئی صاحب قصیدہ اعجازیہ کا جواب میعاد مقررہ میں لکھتا۔ ہاں قاضی ظفر الدین صاحب کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی قصیدہ لکھا لیکن کب لکھا سو اسکے متعلق معترض صاحب اپنے سوال میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۰۳ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا۔ بہت خوب!

اب دوسری طرف اعجاز احمدی کہ جس کے جواب کے لئے صرف ۱۵ دن میعاد مقرر کی گئی۔ اس کا سال تصنیف بھی ملاحظہ فرمائیے دیکھو اعجاز احمدی کا ٹائٹل پیج اسکے صفحہ پر کیا تاریخ لکھی ہے۔ وہاں لکھا ہے ۸ نومبر ۱۹۰۲ء - اب غور کیجئے کہاں اعجاز احمدی جو ۱۹۰۲ء میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی اور کہاں قاضی ظفر الدین صاحب کا قصیدہ جو ۱۹۰۳ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا سے ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ کیا ایسا قصیدہ اس قابل ہو کہ جس کو شرط کے مطابق قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں پیش کیا جا سکے۔ پھر وہ قصیدہ پورا بھی نہیں ہوا۔ بلکہ محض ارادہ تکمیل سے حسب پیشگوئی مندرجہ ٹائٹل اعجاز احمدی وہ ناکام فوت ہو گیا۔

رہا اعجاز احمدی کے بعض اشعار کے متعلق مخالفین کی نکتہ چینی کہ اس کے فلاں شعر کا فلاں حرکت کے ضعیل سے عیب دار ہے جو خلاف معنی اعجاز ہے۔ سو اسکے متعلق واضح ہو کہ مخالفین کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں سے تو آج تک شاید ہی کوئی بچا ہو کیونکہ جب لوگوں کی زبان سے اللہ اور اسکے رسول تک کوئی نہیں بچا تو لعد کون ہے جو بچ سکے سہ

قیل ان الالٰه ذو ولدٍ ❊ وقیل ان الرسول قد کهنا
ما نجی اللّٰه والرسول معًا ❊ من لسان الوری فکیف انا

کیا نعوذ باللہ قرآن کریم پر اعتراضات کرنے والے ابتداء سے لیکر آج تک دنیا میں موجود نہیں۔ کیا رسول اللہ کے

ان مختلف تصنیفوں کو دیکھو جو قرآن کی تغلیط اور تردید میں شائع ہوئی ہیں۔ علماء نصاریٰ نے قرآن کریم کی ترتیب اسکے نظم و نسق اسکے الفاظ کو خلاف قواعد علمیہ اور ضوابط علوم الٰہیہ قرار دیکر اسقدر اعتراضات کئے ہیں کہ ان کو سُن کر بہت کم ایسے ہیں جو لغزش اور ابتلا سے بچیں۔ دنیا میں مسلمانوں سے ایک گروہ محض انہی تصانیف سے بگڑ کر اسلام سے مرتد ہوگیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ قواعد زبان کے ماتحت ہوتے ہیں نہ زبان قواعد کے ماتحت۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف قواعد علمیہ کی کتب میں شاذ و نادر کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے جو قاعدہ زبان کے نیچے نہیں آسکتا۔ لیکن مقننین جو واضعانِ قوانین و قواعد سمجھے جاتے ہیں ان کی یہ مجال نہیں کہ وہ تحکم کی راہ سے زبان کے الفاظ شاذ و نادر کو زبان سے خارج کرسکیں۔ یا ان کے محاورات کو مٹا کر انہیں مفقود کرسکیں۔ بلکہ محاورات زبان میں ساتھ ساتھ الٰہی تصرفات بھی ایسے طور سے اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں کہ دنیا اسکا انکار نہیں کرسکتی اور نہ ہی الٰہی تصرف کے اثر کو وقوع سے روک سکتی ہے جس سے شذوذ اور ندرت کے سلسلہ پر نظر ڈالنے سے خداتعالیٰ کی ایک عجیب قدرت اور عجیب تصرف کا نظارہ نظر آتا ہے پھر ایک ایک ملک میں مختلف قبائل اور ہر ایک قبیلہ کی مختلف زبان ہوتی ہے جس سے اگر ایک قبیلہ کی زبان کو قاعدہ اور قانون بنائیں تو دوسرے قبیلہ کی زبان کہ جس کے بعض الفاظ اس سے مختلف ہونگے ان کو شاذ قرار دیا جائیگا مگر یہ نہیں ہوگا کہ ہم اختلاف السنہ کی وجہ سے ایک زبان کو قبول کرکے دوسری کو اسکے خلاف پانے سے اس سے انکار کرکے اسے ردّ کردیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے قرآن کو عرب کے مختلف قبائل کی زبان میں پڑھنا جائز قرار دیا اور فرمایا کہ قرآن سبعة احرف یعنے سات زبانوں میں اترا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) زبان قریش (۲) زبان یمن (۳) زبان جرہم (۴) زبان ہوازن (۵) زبان قضاعہ (۶) زبان تمیم (۷) زبان طے۔ اور گو پیچھے حضرت عثمان کے وقت بتقاضائے ضرورت قرآن کے جمع کرنے کے وقت مصحف بین الدفتین کو زبان قریش کی قرأت میں محفوظ کیا اور وہ اختلاف جو مختلف قرائیوں سے پیدا ہوتا تھا۔ اسے ایک ہی زبان میں محفوظ کرنے سے مٹا دیا۔

لیکن تاہم بعض الفاظ کو جب آپ نے قرأت صحیحہ راجحہ کے لحاظ سے باوجود قواعد زبان کے خلاف پانے کے بحال رکھا۔ اور آپ سے اسکے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اسکے جواب میں یہی فرمایا کہ ستقیمہا العرب۔ چنانچہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد صدی دوازدہم

اپنی مشہور کتاب فوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں "ودر مثل والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ
حضرت عثمان گفتہ اند ستقیمہا العرب بالسنتہا و تحقیق ایں حکم نزد ایں فقیر آنست کہ مخالف
روزمرہ مشہورہ نیز روزمرہ است و عرب اول را در اثنائے خطب محاورات بسیار واقعہ می باشد
کہ خلاف قاعدہ مشہورہ بر زبان گذشتہ۔ اگر احیاناً برائے واؤ یا آمدہ یا بجائے تثنیہ مفرد یا بجائے مذکر
مؤنث چہ عجب۔ یعنی آیت والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ کے لفظ المقیمین
الصلوٰۃ کے متعلق جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا۔ مقیمین کا صیغہ موتون کی طرح مرفوع کیوں
نہیں منصوب کیوں ہے حالانکہ محل رفع پر ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں عرب لوگ
اپنی اپنی زبان میں اسے درست پڑھ لینگے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے اپنی طرف سے بجائے منصوب
کے مرفوع لکھدیں۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اس باب میں میری اپنی
تحقیق یہ ہے کہ جو لفظ قاعدہ زبان کے مخالف ہو۔ لیکن روزمرہ کے محاورات میں اگر مشہور و معروف
ہو چکا ہو۔ اسے خلاف محاورہ نہیں کہا جائیگا بلکہ اسکے محاورات میں اگر مشہور ہونے سے محاورات میں
ہی داخل سمجھا جائیگا پھر فرماتے ہیں اور عرب اول کے محاورات میں اس قسم کی مثالیں بہت سی پائی
جاتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ کئی الفاظ ان کی زبان سے قاعدہ زبان کے خلاف نکلتے تھے۔ اس صورت
میں اگر قرآن میں کہیں بجائے واؤ کے یا آئی ہو۔ یا بجائے تثنیہ کے مفرد اور بجائے مذکر کے مؤنث
تو اسپر تعجب کیسا؟

اس صورت کے سمجھنے کے بعد اب ہم معترض صاحب کو حضرت مسیح موعود کے اعجازی قصیدہ کیطرف
متوجہ کرتے ہیں کہ جب قرآن کریم میں جو شعر اور نظم نہیں۔ بلکہ ایک طرح کی نثر ہے اسمیں ایسے الفاظ
موجود ہیں جو بظاہر قاعدہ زبان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عرب اول کے محاورات
کے رو سے خلاف قاعدہ ہونے کے اعتراض کے نیچے نہیں آسکتے۔ کیونکہ محاورات میں داخل ہونے
سے بے عیب اور مبرا ہیں۔ اب اگر کوئی احمق ایسے الفاظ کو قابل اعتراض ٹھہرا کر قرآن کریم کی
معجزانہ شان اور اعجازی عزت پر حملہ کرے تو اسکے ایسے اعتراض سے قرآن کے معجزنما کلام ہونے
میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ اور اگر کوئی عیسائی یا کوئی دوسرا غیر مسلم قرآن پر ایسے الفاظ کی بنا پر اعتراض
کریگا۔ تو ایک مسلم جو قرآن کو خدا تعالےٰ کا اعجازی کلام مانتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں بجز اس جواب کے

جو ہمنے اوپر بیان کیا ہے اور کیا جواب دے سکتا ہے اور جب یہ جواب جو اوپر عرض کیا گیا معترض کے مقابلہ میں قرآن کی بریت کے لئے صحیح اور کافی جواب ہے تو یہی جواب قصیدہ اعجاز احمدی کے اعتراضات کے مقابلہ میں ہماری طرف سے کافی سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ قرآن کے اعجازی نثر کے بالمقابل قصیدہ اعجازیہ کے اعجازی نظم کے متعلق جواب مذکور زیادہ تر قابل پذیرائی ہے۔

ہاں علاوہ اسکے کتاب جواہر البلاغہ کے حصہ علم عروض کے باب جوازات شعریہ سے مزید تسلی کے لئے کچھ اور عرض کر دیا جاتا ہے دیکھو کتاب جواہر البلاغہ صفحہ ۲۶۵ - اور اسپر عبارت ذیل کو پڑھو - اعلم ان ما ورد فی بعض قصائد العرب من منع صرف المنصرف وصرف المقصور و تذکیر المؤنث وتانیث المذکر و فک الادغام وغیر ذالک من المسوغات الغریبۃ فذاتت علی سبیل الشذوذ - کیا مطلب یعنی معلوم رہے کہ شعراء عرب کے بعض قصائد میں جو کہیں غیر منصرف کو منصرف لایا گیا ہے اور مقصورہ کو ممدودہ اور مونث کو مذکر اور مذکر کو مونث اور کہیں مدغم کو منفک وغیرہ وغیرہ الفاظ جو طرز غریبہ کی صورت میں استعمال کئے گئے یہ سب الفاظ ان کا طرز استعمال شاذ کی صورت میں ہوا ہے جو محاورات میں داخل ہے۔

اب دیکھو قصیدہ اعجازیہ کی نسبت الہامات مرزا میں جو عیب شماری کی ہے وہ یہی ہے کہ لفظ امرت کو منصوب کی جگہ مرفوع لایا گیا ہے اور قدھو کو جو مذکر کا صیغہ ہے تذھب کی جگہ جو مونث کا صیغہ ہے استعمال کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہی وہ اعتراضات ہیں جن کا جواب فوز الکبیر اور جواہر البلاغہ سے اس طریق سے جو مسلمہ فریقین ہو صفائی سے دیا گیا وہو المراد پس وہ کلام جو فصحاء عرب کے قصائد اسناد سے مستند ہے وہ کیونکر قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال دہم حدیث - انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں مدفون ہوتے ہیں اسپر جملہ اصحاب کا اجماع بوقت وفات آنحضرت ہوا اسکا کیا مطلب ہے (یعنی مرزا صاحب خلاف اسکے اپنے مقام موت میں مدفون نہیں ہوئے)

جواب وہ حدیث جس کی بنا پر سوال اٹھایا گیا یہ ہے - عن عائشۃ قالت لما قبض رسول اللہ اختلفوا فی دفنہ فقال ابو بکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ

او فن فی موضع فراشہ رواہ الترمذی۔ یعنی عائشہ رضہ سے روایت ہے فرمایا آپ نے جب آنحضرت نے وفات پائی تو صحابہ نے آپ کے دفن میں اختلاف کیا یعنے دفن کی جگہ میں بعض نے کہا کہ بقیع میں دفن کریں بعض نے کہا کہ آپ کی مسجد میں دفن کریں۔ اسی طرح بعض نے مکہ میں بعض نے قدس میں حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت سے سنا ہوا ہے اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نبی کو وفات نہیں دیتا مگر جس جگہ کہ وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرے۔ اسلئے آنحضرت کو آپ کے مقام رحلت میں ہی دفن کرو۔

یہ ہے حدیث جس کے رُو سے سوال اٹھایا گیا اسکے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ یہ حدیث ترمذی نے ذکر کی ہے اور اس حدیث کے خلاف ترمذی نے ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ عیسے ع بعد ٹھہرنے اپنے کے زمین میں حج کرینگے اور وہاں سے پھر کر آئینگے اور درمیان میں مکے اور مدینے کے انتقال کرینگے اور اٹھا کر لیجائے جائینگے مدینے میں پس دفن کئے جائینگے حجرہ شریفہ حضرت عمر کے پہلو میں دیکھو کتاب مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۰۰ جلد نمبر ۴۔

اب دیکھو ترمذی کی اس روایت کو جو صریح اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسمیں کھلے لفظوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسے مکے اور مدینے کے درمیان فوت ہو کر وہاں سے اٹھائے جائینگے اور حجرہ شریفہ میں دفن کئے جائینگے۔ حالانکہ حدیث کے رُو سے چاہئیے تھا کہ ان کا بھی دفن ان کے فوت ہونے کی جگہ ہوتا نہ یہ کہ اس حدیث کے خلاف وہ فوت تو مکے اور مدینے کے درمیان ہوں۔ اور پھر وہاں سے اٹھا کر دفن ان کو دوسری جگہ کیا جائے کیا عیسے نبی نہیں کہ ان کا فوت ہونا اور دفن ہونا اس حدیث کے حکم کے خلاف یا اس سے مستثنیٰ ہوگا۔ اور اگر عیسے موعود کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ تو حضرت مرزا صاحب جو درحقیقت مسیح موعود اور دلائل اور شواہد کے رُو سے سچے نبی ہیں۔ باوجود اس استثنا کے ان کی وفات اور دفن کے متعلق اعتراض کیسا؟ اور علاوہ اس کے اگر اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے لفظ شیئاً پر نگاہ ڈالتے ہوئے یہ سمجھ لیا جائے کہ اس حدیث کا اصل اور صحیح مطلب یوں ہے کہ نبی وہاں دفن کیا جاتا چاہئیے جہاں دفن ہونا اسکے محبوب اور پسند ہو۔ جیسا کہ آنحضرت کے متعلق وقوع میں آیا اور خواہ وہ آپ کے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی دعا سے ظاہر ہے کہ رب ادننی من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر

یعنی اگر میرے مرنا ہی ہے تو اے میرے رب مجھے ارض مقدسہ کے قریب کر دے۔ خواہ بمقدار ایک سنگ انداز کے ہی ہو۔ تو ان معنوں میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ کہ مسیح موعود جہاں فوت ہو نگے وہاں دفن نہیں ہونگے۔ بلکہ وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ لائے جائینگے۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات اور اُن کے دفن کی پیشگوئی ہے جو ہو بہو پوری ہوئی۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور آپکی نعش کو لاہور سے اٹھا کر مدینۃ المسیح قادیان میں پہنچایا گیا۔ جہاں آپ کو کشفی حالت میں اپنی قبر کی جگہ دکھائی گئی۔ جو چاندی کی طرح چمکتی تھی۔ سو آپکی وفات اور آپکے دفن کے متعلق نہ صرف اپنی ہی پیشگوئی پوری ہوئی۔ بلکہ وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اور اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے تو اس میں بہت سے اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مسیح موعود کے متعلق جو وفات اور دفن کی پیشگوئی ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام باوجودیکہ مصر میں فوت ہوئے آپکی نعش کو اٹھا کر کنعان میں لایا گیا۔ ایسا ہی کئی اور بھی نبی ہیں۔ جو فوت کہیں ہوئے اور دفن کہیں جس سے ظاہر ہے حدیث کا تحقق انہی معنوں میں ہو سکتا ہے۔ جو ہم نے بیان کیا نہ خلاف اسکے۔ پھر جیسے انبیاء کی عمر کے متعلق ایک حدیث ہے کہ ہر نبی کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے اور یہ کلیہ تمام نبیوں پر صادق نہیں آتا۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ ہر نبی وہیں دفن ہو۔ جہاں اسکی روح قبض ہو۔ بلکہ خاص قسم انبیاء مراد ہے

سوال یازدہم حضرت مرزا صاحب نے ریل کو گدھا قرار دیا ہے اور خود بھی گدھے پر سواری کرتے رہے حتی کہ بعد وفات بھی اسپر سوار ہونا پڑا۔ اسکا کیا مطلب کیا حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح بھی ریل پر سوار ہوگا۔

جواب اسکے جواب میں واضح ہو کہ حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ مسیح موعود پر ریل کی سواری حرام ہوگی بلکہ قرآن کریم کی سورۃ نحل کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا ہے۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون۔ یعنے گھوڑے خچر گدھے وغیرہ کے جانور تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے ہیں اور علاوہ اسکے ابھی اور بھی چیزیں ہیں جو سواری کے لئے پیدا کی جائینگی جنکا ابھی تک تمہیں علم نہیں یعنے ریل۔ موٹر۔ بائیسکل۔ ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے گھوڑی کو گدھے سے ملانے والے کو ملعون فرمایا ہی

اور اس کام کو لعنتی لیکن باوجود اسکے آنحضرت نے خچر پر سواری کی اور نجاشی شاہ حبش نے جب آپکی خدمت میں ہدیۃً خچر ارسال فرمائی تو آپنے اسے قبول فرمایا اور اسپر سواری فرمائی اور خدا نے خچر کو بھی گھوڑوں گدھوں وغیرہ سواری کے جانوروں میں ذکر فرما کر انسانوں کے لئے نعمت بیان کیا اور یخلق ما لا تعلمون فرما کر آئندہ زمانہ میں جو جو سواری کے لئے نئی نئی ایجادیں ریل موٹر ۔ بائیسکل کی صورت میں پیدا ہونے والی تھیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب کی ایجاد اور خلق کو اپنی طرف منسوب کیا ۔ اب اس صورت میں ریل کو جب اللہ تعالےٰ بطور علت العلل اور مسبب الاسباب ہونے کے اپنی مخلوق اور اپنی چیز قرار دیتا ہے اور انسانوں کی سواری اور فائدہ کے لئے پیش کرتا ہے جس سے عوام کالانعام بھی فائدہ اٹھانے والے ہیں ۔ تو ایسی نعمت مسیح موعود پر کیوں حرام ہوئی فتدبروا ! اور جب آیت سے ثابت ہو گیا کہ ریل کی سواری خدا کی نعمت ہے اور لوگوں کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے تو مسیح موعود کے لئے تو بطریق اولیٰ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوا ۔ وہو المطلوب

سوال دوازدہم ۱۲ آنحضرت کا قطعی فیصلہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ۔ اگر کوئی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے ۔

جواب افسوس ہے کہ عام لوگوں نے حدیث کے فقرہ لا نبی بعدی کے اصل مفہوم کو غلط سمجھنے سے سخت ٹھوکر کھائی سو جاننا چاہیئے کہ لا نبی بعدی کا فقرہ آنحضرت کی حدیثوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے ایک اس موقع پر جہاں آپنے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سو ظاہر ہے کہ اسجگہ حضرت علی کو ہارون فرما کر لا نبی بعدی سے اس وہم کا ازالہ فرمایا ہے جو بوجہ مماثلت حضرت علی کی نسبت نبی کے مضمون سے پیدا ہوتا تھا پھر بعد کے معنے جب غیر اور سوا کے بھی ہیں جیسا کہ مجمع البحار جلد ا صفحہ ۱۰۱ پر فلا شیئ بعدہ کے معنے لکھے ہیں مثلاً فلا شیئ سواہ یعنے لاشی بعدہ کے معنے ہیں کہ اسکے سوا کوئی چیز نہیں تو اسصورت میں لا نبی بعدی کے معنے محل خطاب مخصوص میں یہ ہوئے کہ اے علی تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے لیکن فرق ہے تو یہ کہ ہارون موسیٰ کے

کے بعد نبی تھے اور تو میرے بعد نبی نہیں کیونکہ میرے سوا میرے وقت میں کوئی نبی نہیں جیسا کہ موسیٰ کے وقت انکے سوا اور بھی نبی تھا۔

دوسری حدیث جس میں لا نبی بعدی فرمایا گیا ذیل میں ہے لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الاوثان وانه سیکون فی امتی ثلٰثون کذابا کلھم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی - اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تیس مدعی نبوت جو دراصل کذاب ہونگے انکا دعوی نبوت چونکہ آنحضرت کی خاتم کے نیچے نہیں ہوگا یعنی آپ کی تصدیق کے بغیر ہوگا اسلئے فرمایا کہ ایسے مدعی نبوت جو میری تصدیق کے بغیر ہوں وہ کذاب ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میں نبیوں کی مہر بنایا گیا ہوں اب نبی وہی ہو سکتا ہے یا کہلا سکتا ہے جس کے نبی ہونے پر میری تصدیق ہو اور جس کی نبوت پر میری مہر کی تصدیق نہ ہو۔ وہ لا نبی بعدی کا مصداق ہے کیا معنے یعنی میرے سوا اور میری تصدیق کے بغیر جو نبی ہونیکا مدعی ہے وہ کوئی نبی نہیں اسلئے کہ بھی بعد میرے سوا ہے پیغمبر نبی چونکہ صاحب شریعت بھی ہوتے ہیں اور بغیر شریعت بھی اور آنحضرت کے بعد آپ کے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت سے امتی نبی بھی اسلئے فرمایا کہ لا نبی بعدی یعنی ان تینوں قسم کے نبیوں کا اب میرے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے میرے سوا اور میری مہر کی تصدیق کے سوا کوئی بھی نبی نہیں کہلا سکتا یعنے اب میرے خاتم النبیین ہونے کے بعد جو بھی نبی کہلائیگا میری تصدیق سے کہلائیگا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جن نبیوں کو آنحضرت کے کلام یا آپ کی وحی اور الہام نے نبی کہا وہ نبی ثابت ہوئے اور آج تک سب اہل اسلام نے آپکی تصدیق سے ان سب کو نبی تسلیم کیا۔ حتٰی کہ آنے والے مسیح موعود کو بھی نبی اسی طرح تسلیم کیا گیا کہ ان کے بارہ میں آپنے نبی اللہ کا لفظ استعمال کیا اور اسے نبی اللہ فرمایا۔

اور اس پہلی حدیث میں آنحضرت کا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا فقرہ فرمانا اسلئے نہیں کہ فی الواقع آپکے بعد کوئی سچا نبی ہی نہیں آسکتا۔ بلکہ ان تیس مدعیان نبوت کے کذب پر اسی فقرہ کو بطور استشہاد بیان فرمایا ہے کہ وہ تیس مدعیان نبوت جو میرے بعد ہونگے وہ کذاب اسلئے ہونگے کہ انکا نبی ہونا میرے بغیر میری مہر تصدیق کے سوا ہوگا۔

اور اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنے یہ لئے جائیں کہ آپکے بعد جس قدر مدعیان نبوت ہونگے وہ سب کے سب جھوٹے ہی ہونگے سچا کوئی نہیں آئیگا تو یہ غلط ہے کیونکہ آنے والے مسیح موعود

کو نبی اللہ فرمایا گیا ہے جو آپ کے بعد ہی آنے والا ہے جس سے لانبی بعدی کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا ہی حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً جو آیت خاتم النبیین کے کتنے سال بعد حضرت ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر فرمائی گئی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ لانبی بعدی اور آیت خاتم النبیین کے یہ معنے کرنا کہ آنحضرت کے بعد کسی طرح کا سچا نبی ہی نہیں آسکتا یہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اور بشرط حیات حضرت صاحبزادہ ابراہیم کے نبی ہونے سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کے بعد ایک قسم کے نبیوں کے آنے کی گنجائش ہے جو ختم نبوت کی تصدیق سے اور شریعت اسلام کی تائید میں آسکتے ہیں اور لانبی بعدی کے بھی یہی معنے ہیں کہ آنحضرت کے سوا یعنی آپ کی تصدیق کے سوا کوئی نہیں آسکتا۔ اور اگر لانبی بعدی میں لا نفی جنس کا قرار دیکر بعد کے معنے ظرف زمان لیں تو بعد سے مراد وہ زمانہ ہے جو لا کی نفی سے پیچھے کوئی نبی آسکے گا یا جو متکلم کے ذہن میں معین اور مخصوص ہے یعنی یہ کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی شریعت کا ناسخ ہو یا آپ کی اتباع اور آپ کے افاضہ کے بغیر آئے

لو کان بعدی نبی لکان عمر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر میں نبی بننے کی استعداد قریب پہنچ چکی تھی مگر [illegible] کی وجہ سے آپ کی قسمت الٰہی کا فیصلہ ہے صاحبزادہ ابراہیم پسر آنحضرت نے فرمایا کہ میرے سوا میری نامزدگی جیسا کہ موسیٰ کے وقت ہارون نبی تھا مگر کوئی دوسرا نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا درست ہے لیکن اس حدیث سے ان معنوں سے کوئی تضاد لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہر ایک بات کے لئے کوئی محل ہوتا ہے جس سے اس کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے نہیں تو کہ اسے عمومیت میں لیکر اس سے خواہ مخواہ ایک دوسری صداقت کے لئے تناقض اور تضاد پیدا کر لیا جائے۔

سوال سیزدہم حضرت مسیح زمانہ سابقہ میں بنی اسرائیل کی طرف نبی اور خلیفہ حضرت موسیٰ ہو کر آئے اور تورات کی تصدیق کی اور قرآن مجید کی تصدیق زمانہ تجدید میں کریں گے جیسا کہ مطالعہ احادیث سے حضرت خاتم النبیین کی تصدیق کا ثبوت ملتا ہے جو منافی نبوت آنحضرت نہیں اس کا کیا مطلب؟

جواب حضرت مسیح چونکہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے فوت شدہ ثابت ہیں اسلئے ان کی حیات سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے وہ آپ کی وفات سے دور ہو جاتا ہے

زمانہ رقابت جو آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب سے ثابت ہوتا ہے یہ وہ رقابت ہے کہ جو فلما توفیتنی کے فقرہ کے بعد پیدا ہونے سے حضرت مسیح کو واپس دنیا میں نہیں آنے دیتی اسلئے زمانہ تجدید جو قریباً چالیس سال بیان کیا گیا وہ کسی اور کیلئے ہے جو مسیح اسرائیلی نہیں بلکہ مسیح محمدی کیلئے ہے جو حضرت مرزا صاحب ہیں پھر حضرت مسیح کی نسبت تو لکھا ہے کہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل یعنے وہ صرف بنی اسرائیل کا رسول ہے اور سورہ صف میں فرمایا ہے کہ مصدقاً لما بین یدی من التورات ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی مسیح تصدیق صرف تورات کی کرنے والے ہیں اگر قرآن کی تصدیق کا کام بھی آپکے سپرد ہوتا ہوتا تو کہیں قرآن کی تصدیق کا ذکر بھی کیا ہوتا - اور بشارت احمد کا ذکر جو آپنے جانے کے بعد کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ احمد کا آنا انکی موت پر دلیل ہے -

جس سے ظاہر ہے کہ احمد آ نہیں سکتا جب تک کہ مسیح اپنی موت اور اپنی قوم کی موت سے احمد کے آنے کے لئے راہ صاف نہ کرے سو احمد آ گیا اور اسکے آنے سے ثابت ہو گیا کہ مسیح بھی فوت ہو گیا پھر آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی بھی ایک معنوں میں اسکو فوت شدہ ثابت کرتی ہے - کیونکہ آنحضرت کی ختم نبوت کے یہ بھی معنے ہیں کہ آپکے بعد جو بھی نبی آئے آپکی اتباع اور آپکے فیض سے فیضیافتہ ہو کر آئے ورنہ لانبی بعدی کے لا کی نفی کے نیچے منفی کے حکم میں داخل ہو گا -

اور حضرت مسیح چونکہ آنحضرت کے فیض اور آپ کی اتباع سے نبی نہیں بنے اسلئے وہ لا نبی بعدی کے حکم کے نیچے آنحضرت کے بعد کسی طرح سے بھی نہیں آ سکتے - فقط

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۶۴

انعام ع۸ قُل لَّستُ عَلَيكُم بِوَكِيلٍ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّستَقَرٌّ وَسَوفَ تَعلَمُونَ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ سے کہدے کہ میں تمہارے ہدایت یاب ہو جانیکا ذمہ دار نہیں ہوں (وہ جو تم نزول عذاب کی ساعت پوچھتے ہو) سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واسطے ہر ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہو چکا ہے اور پس اس ساعت کو بہت ہی قریب پا لوگے اور جان لوگے جاننا علم کا۔

آیت ہذا میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک بات الٰہی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے ضرور آئیگا سو وہ گھڑی جنگ بدر و یوم الفتح کے دن انہوں نے دیکھ لی۔

پیشگوئی نمبر ۶۵

انعام ع۱۱ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَينَ يَدَيهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ القُرَىٰ وَمَن حَولَهَا (ترجمہ) اور یہ کتاب فرقان حمید کہ اتارا ہمنے اسکو سمندر برکات کا سچا کرنے والا پہلی الہامی کتب کو تا کہ ڈراوے تو تمام بستیوں کی ماں مکہ کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ارد گرد ہیں۔

آیت ہذا میں قرآن کو مبارک جو برکۃ سے مشتق ہے سمندر برکات کا فرمایا ہے جو اس سے پانی پینے کا انکار کرے اور مکروہ سمجھے وہ معذب کیا جائیگا اے رسول تو اس سمندر برکات کو ہاتھ میں لیکر تمام دنیا کی بستیوں کی ماں کو پہلے مخالفت قرآن سے ڈرا۔ اور پھر اسکے گرد و نواح کی بستیوں کو جو بمنزلہ اسکی اولاد کے ہیں۔ اور لفظ ام میں ایک پیشگوئی مخفی ہے۔ ماں بچوں کو دودھ پستان سے پلاتی ہے اور وہ پرورش پاتے ہیں۔ ایسا ہی خدا نے ایک نعمت روحانی غذا کی جو قرآن ہے واسطے ام القریٰ یعنی مکہ کی۔ اور اسکی چھاتیوں سے تمام عالم کی بستیاں

نے دودھ پیا اور پرورش پائی۔ سو خدا کی بات جو لفظ ام میں مخفی تھی ظہور پذیر ہو گئی کیونکہ ۰۰۰۰۰۰ نہ شیر مادر اب تک لوگ پی رہے ہیں۔ فتدبروا فیہ

پیشگوئی نمبر ۶۶

انعام ع ۱۲- اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ یعنے وہ اللہ جو جامع جمیع صفات اور پھاڑنے والا دانوں کا اور گٹھلیوں کا اور نکالنے والا زندوں کو مردوں سے اور مردوں کو زندوں سے۔ یہ ہے اللہ! تم کہاں بھولے جاتے ہو۔ وہ خدا تو پھاڑنے والا صبح کا ہے۔ اور ٹھہرا رکھنے والا رات کا اور پھیرنے والا آفتاب اور ماہتاب کا یہ ہے الہی اندازہ مقرر شدہ غالب اور علیم کا۔

آیت ہذا کے سارے کلمات طیبات میں پیشگوئیاں ہویدا ہیں۔ اول یہ کہ وہ اللہ جو پھاڑنے والا ہے دانوں کا اسلئے کہ اُس سے ایک پھلدار درخت بنائے اور وہ پھاڑنے والا گٹھلیوں کا تا کہ بڑے بڑے بلند درخت بڑھائے یعنی اسی طرح اندک جماعت مسلماں کو بڑا درخت بنانے والا ہے اور جس طرح وہ مردوں سے زندے نکالتا ہے اسی طرح وہ کفار کی نسل کو مسلمان بنانے والا ہے اور جس طرح وہ صبح کو رات کے بعد روشن کرتا ہے اسی طرح کفر کی رات کو صبح بنائیگا اور ایمانی نور کی روشنی پھیلائیگا اور جس طرح وہ رات کے بعد آفتاب اور ماہتاب کو موجب روشنی کا بناتا ہے اسی طرح شرک کی رات کے بعد توحید کو قائم کرنے والی رسالت محمدیہ کے آفتاب کو اور پھر بدر خلافت کو نور پھیلانے والا بنائیگا۔ سو کون نہیں جانتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ کیا یہ انسان کا کام ہو کہ قبل از وقوع ایسا دعوٰی کرے اور پھر بعینہ الہی الفاظ میں پورا بھی ہو جائے۔

پیشگوئی نمبر ۶۷

انعام ع ۱۲ وَہُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَہُوْنَ ۝ وہی خدا ہے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سے۔ پھر جگہ

ٹھہرنے کی مقدار کی ۔ اور وہ جگہ مقدر کی جہاں تمہیں سونپ دیا جائے ۔ تحقیق جدی جدی فیصلہ کر دیا ہمنے آیات میں اس قوم کے لئے جو تفقہ دین کا حصہ رکھتی ہے ۔

آیت ہذا میں شیعہ صاحبان کے لئے ایک فیصلہ کی پیشگوئی موجود ہے وہ یہ ہے کہ مستودع ۔ جائے قرار کے بعد فرمائی ہے اور انسان کی جائے قرار ۔ رحم ۔ آغوش مادر و زندگی دنیا میں ہی پھر اسکے بعد مستودع قبر ہے سو اسکا مقرر کرنا خدا نے اپنا ذمہ لیا ہی کہ جہاں اسکی نعش کو سونپا جائے ۔ سو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رفیق غار اور حضرت عمر رض کا مستودع (موضع مدفن) ایک ہی بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ تینوں رفقاء زندگی تھے جو بعد الممات بھی رفیق ہی ہے ۔

دوسری پیشگوئی اسمیں یہ ہے کہ ہر ایک نیک و بد کی جگہ جنت و دوزخ مقرر ہے اور اسکے مرنے کی جگہ بھی کہ اہل مکہ کس جنگ میں مرینگے اور کہاں لاشیں پڑینگی ۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے جنگ بدر کے قبل اپنی فوج کو ان کے اعداء کے مرنے اور انکی لاشوں کی جگہ بتا دی تھی ۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا ۔

پیشگوئی نمبر ۶۸

انعام ع ۱۲ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا الخ (ترجمہ) وہی خدا ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالا ہمنے ساتھ اس پانی کے ہر ایک بوٹی اور ہر قسم کے سبزے

آیت ہذا میں تمثیلی پیشگوئی ہے کہ جس طرح خشکی کے بعد آسمان سے بارش آتی ہے اسی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی اور وحی اللہ کے پانی سے بھی زمین سرسبز ہوگی جس طرح جسمانی بارش کے بعد ہوا کرتی ہی یعنے اسلام پھیلیگا سو ویسا ہی ہوا ۔

پیشگوئی نمبر ۶۹

انعام ع ۱۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَیُجۡزَوۡنَ بِمَا كَانُوۡا یَقۡتَرِفُوۡنَ (ترجمہ) بیشک تیرا رب اے نبی خوب جانتا ہی ہر گمراہ اور بیشک جو لوگ گناہ والے کسب کیتے ہیں قریب ہی انکو سزا دیجائیگی بسبب اسکے کہ وہ گناہ کرتے ہیں ۔

ہر دو آیت میں اہل مکہ کے بارے میں آمد عذاب کی ایک کھلی پیشگوئی سنا دی گئی تھی جبکہ وہ بڑے بڑے متکبر اپنے جاہ و جلال کے گھمنڈ میں تھے باتیں سب پوری ہوئیں وہ معذب ہوئے ۔

درس الحدیث

(۳۰ جون [illegible])

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

باب قول اللہ و وھبنا لداؤد سلیمان الخ

حدیث محمد بن بشار عفریت سرکش آدمی ہو یا جن۔ نبی کریم صلعم کو کسی جن نے رات کو نماز میں ایسی ایذا دی کہ قریب تہا کہ آپکو نماز توڑنی پڑتی پھر آپ نے اسے باندھ دینے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے اسے چھوڑ دیا اور یہ دعا پڑھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت سلیمن علیہ السلام جنات پر قابض تھے اسلئے آنحضرت صلعم نے چاہا کہ اس جن کو پکڑیں اور باندھ لیں کیونکہ حضرت سلیمن کی یہ دعا تھی کہ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

اب دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت سلیمان کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ہ اگر اس دعا کو قبولیت کا شرف بخشا گیا تو نبی کریم کو بالکل اسکو پکڑنے پر قابو نہ ملتا اور اگر ان کی دعا قبول نہ ہوئی تب پہر نبی کریم اسے پکڑ سکتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنے آپکو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جنات پر قابض ہیں ان سے یہ پوچھا جائے کہ حضرت سلیمان کے قبضے میں جن تھے اور ان کی یہ دعا تھی۔ اب یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں وہ تو مانتے ہیں کہ ہاں قبول ہوئی۔ اس صورت میں یہ غلط ہے کہ جنوں پر عاملوں کا قبضہ ہے کیونکہ اگر حضرت سلیمان کی دعا قبول ہو گئی تھی اور فی الحقیقت اس دعا سے یہی انکی مراد تھی تب تو تم جنات پر ہرگز قابو یافتہ نہیں ہو سکتے۔ اصل میں اس حدیث کے معنے یہ نہیں جو لوگ کرتے ہیں بلکہ اس ملک سے مراد ملک دین ہے دنیاوی حکومتوں کو تو وہ جانتے تھے کہ بیٹا نالائق ہے یہ اس کے قبضے میں آئیگی اور وہ اسے تباہ کر دیگا۔ اور دین سے اسکا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ دینی حکومت کو تباہ بھی کر سکتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالی سے دینی حکومت کے لئے دعا مانگی۔ جو انہیں دی گئی۔

نبی کریم صلعم نے بہی اس عفریت کو اسلئے چھوڑ دیا کہ دین کا کام کریں۔ ایسے کاموں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے

تصوّف

(ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے)

(صرف تشحیذ کے لیے)

عشق چیست از قطرہ دریا ساختن ۔ عقل نعلِ کفش سودا ساختن
فکر چیست اسرارِ کلی حل شدن ۔ کوہ کندن در دلِ خردل شدن
ذوق چیست آگاہِ معنی آمدن ۔ نے بصورت نے بہ فتویٰ آمدن
صحو چیست از خود بخود دریافتن ۔ پس ز خود خود را منزّہ یافتن
محو چیست از خویش بے خویش آمدن ۔ پس ز ہر دو نیز درویش آمدن
وجد چیست از صبح صادق خوش شدن ۔ بے حضورِ آفتاب آتش شدن
فقد چیست از صبح تا شام آمدن ۔ ہم ز عشقِ خویش در دام آمدن
غیب چیست از عین پردہ ساختن ۔ خویشتن را زندہ ہر دو ساختن
عین چیست آئینہ خویش آمدن ۔ خویش را بے خویش در پیش آمدن
سکر چیست از خار گل پنداشتن ۔ جز ورا نادیدہ گل پنداشتن
شوق چیست از خویش بیروں آمدن ۔ ہم ز اسپ ہر شکے سر خوں آمدن
لطف چیست از ذرّہ ذرّہ شدن ۔ عذر کمتر ذرہ را غرّہ شدن
قہر چیست از مورچہ پیل انگاشتن ۔ پشۂ را جبرئیل انگاشتن
بسط چیست از ہر دو عالم بر زدن ۔ خویش را بر عالمِ دیگر زدن
قبض چیست از جان و دل تن ملتفتن ۔ خانہ در سوراخ سوزن ساختن
قرب چیست اندر بر آتش شدن ۔ یا چو پروانہ شدن یا خوش شدن
بعد چیست از آن آزاد آمدن ۔ در بہشتِ عدن ناشاد آمدن
جمع چیست از مرگ بیرون زیستن ۔ مرگ را پیش کردن اکنوں زیستن
وقت چیست از تیغ تیزے آمدن ۔ صد بلا چوں تیغ در روئے آمدن
مرگ چیست از زندگی مردہ شدن ۔ پیش بعد روئے پسِ پردہ شدن

حب اکسیر

دوائی بدھو ٹھٹھیا
ہر قسم کے بدھوں کے
لیے بینظیر ہے۔
قیمت ۸ صرف

سرمہ نور
ہر قسم کے امراض چشم
کے لئے مفید ہے
قیمت فیتولہ عگ

وہ دردمند جسکی دردناک آواز غم وہ لوگو

آٹھ آٹھ آنسو رُلا رہی ہے اسکی مایوسی اور یاس وحسرت ایک مُردہ پن ہے۔ بدن نحیف حسرت زدہ جب ذرا بیٹھکر اٹھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ جب ذرا دوڑے یا کوئی وزنی چیز اٹھائی تو دم پھول گیا رنگت ایسی زرد گویا مُردنی چھائی ہوئی ہے معدہ میں فتور۔ غذا نہ تو ہضم ہوتی ہے نہ وقت پر رفع حاجت

دائمی قبض کی شکایت ضعف دل ضعف دماغ

گویا تمام اعضاء رئیسہ کمزور۔ بدن میں سُستی اور کاہلی۔ کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا نہ کوئی کام سرانجام ہوتا ہے۔ ہم نے محض اللہ کے افضل سے

چند ادویات کا کیمیاوی

طریق سے جوہر نکالا ہے جسکے استعمال سے ہر قسم کی کمزوری اعصاب وغیرہ کے مایوس العلاج مریض جو اپنے آپ کو زندہ درگور سمجھے ہوئے تھے اور جا بجا اشتہاری

ادویات خرید خرید کر مایوس اور بدظن

ہو چکے تھے۔ چند دنوں کے ہی استعمال سے تندرستی اور دوبارہ جوانی کا

مُنہ دیکھ رہے ہیں

قیمت صرف عہ

تمام کہنہ امراض کا علاج

ملنے کا پتہ
حکیم عطا محمد مینیجر رفیق حیات **قادیان** (پنجاب)

بذریعہ خط وکتابت
حالات مفصل اور
نسخ ڈاک کیلئے ۲ کا ٹکٹ
آنا چاہیئے

فہرست کارخانہ سے مفت طلب کرو۔ (مینیجر رفیق حیات قادیان پنجاب) ملنے کا پتہ

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں۔ کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۱۲ تین شیشی کی قیمت عا محصولڈاک ۱۰

قوت کی گولیاں

۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اشکنیا۔ ڈامینا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغز ریڑھ رگیں اور خون کو طاقت دینے کا خاص عوض رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرے پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک الیبی ۴ شیشی تک ۵

دیکھئے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۳۰ گولیاں منگوائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵/۱ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ